کرامات

سید السالکین والکاملین حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ رح

المعروف

حضرت کرمانوالے

ناشر

سیٹھ محمد شفیع سلامت محلہ احسان اسٹریٹ موہنی روڈ۔ لاہور

حضرت کرمانوالے بادشاہ

کرامات

سید السالکین و الکاملین حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ

المعروف

حضرت

کرمانوالے

مؤلف

محمد شفیع کیلیانوالے موہنی روڈ لاہور

ناشر ــــــــــ سیٹھ محمد شفیع

پرنٹر ــــــــــ

قیمت :- دو روپیہ

کتابت :- علاؤالدین سیفی

حضرت کرمانوالے اس دور کے بلند ترین انسان تھے۔ وہ دینی اور روحانی علوم سے مالا مال تھے۔ طریقت کے برگزیدہ اور شریعت کے پابند تھے۔ اپنے آقا و مولا حضور سرکار دو جہان کی معمولی سی معمولی سنت پر بھی ہمیشہ عمل پیرا ہونا اور کاربند رہنا یہ حضرت قبلہؒ ہی کا کام تھا۔ حضرت نے ساری عمر دوسروں کو بھی شریعت و طریقت کی پابندی کی تلقین فرمائی۔ ہمیشہ زبان مبارک سے اتباعِ سنت کی خوبیاں ہی بیان فرماتے۔ حضرت قبلہ کشف میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ نور باطن سے ہر ایک کی بات دریافت فرما لیتے۔ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ چار بجے عصر کے قریب جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ جمعۃ الوداع کا مبارک ترین دن تھا عمر مبارک تقریباً اسّی سال تھی۔ والد بزرگوار کا نام سیّد سید علی شاہ صاحب تھا۔ تقسیم ہندو پاک سے پہلے موضع کرمن والا ضلع فیروزپور میں قیام پذیر تھے۔ تقسیم کے بعد اوکاڑہ کے نزدیک حضرت کرمانوالہ میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کا روضہ مبارک بھی وہیں بنا۔

شروع میں آپ نے مشہور صوفی بزرگ مولوی شرف الدین چشتی سے بیعت فرمائی۔ صوفی صاحب کے وصال کے بعد حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ شرقپور شریف والوں سے بیعت فرمائی اور خلعت

پائی۔ آپ کے دو صاحبزادے سیّد محمد علی شاہ اور سیّد عثمان علی شاہ ہیں۔ حضرت کرمانوالے باکرامت بزرگ تھے۔ اس دور میں ان کا ثانی ملنا مشکل ہے۔ چند کرامات اور واقعات پیش خدمت ہیں جو کہ آپ کی ذات بابرکات سے منسوب ہیں۔

ایک مرتبہ ریلوے سٹیشن سمہ سٹہ کے ایک ملازم کا لڑکا جس کو دیوانگی کا مرض لاحق تھا حضرت قبلہؒ کے درِ دولت پر زنجیروں میں باندھ کر لایا گیا۔ درِ دولت پر پہنچتے ہی لڑکے کی زنجیریں خود بخود کھل گئیں۔ اس کا باپ لڑکے کو لے کر حضرت قبلہؒ کی خدمت میں دعا کا طالب ہوا۔ ارشاد فرمایا، یہ تو تندرست ہے۔ پھر لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیوں بھئی تم راضی ہو نا؟ اس نے کہا، جی حضور! باپ سے بولے، لو سن لو۔ یہ کیا کہتا ہے؟ اس کی دیوانگی سچ مچ جاتی رہی تھی اور وہ بھلا چنگا ہو گیا تھا۔

○

بابو عبدالرشید خان صاحب اوورسیئر کراچی بیان کرتے ہیں کہ ان کا صاحبزادہ جب تین چار ماہ کا تھا تو بہت ہی بیمار ہو گیا تھا۔ بتیرے ڈاکٹری علاج کئے ہزاروں روپے صرف ہو گئے۔ مگر بچے کی حالت دن بدن گرتی چلی گئی۔ آخر کار اس نے ایک دن کراچی سے حضرت قبلہؒ سے فون پر اس کی صحت کی التجا کی۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بچے کو گھوڑے ایسا چاق و چوبند کر دیں گے۔ چنانچہ اسی روز سے بچے کی گرتی ہوئی حالت درست ہونے لگی اور اب ماشاء اللہ

وہ بچہ بھلا چنگا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا بندہ ناچیز کی اہلیہ پیٹ کی رسولی کے سبب بہت ہی بیمار ہوگئیں کہ مجھے اپنی اہلیہ کو آپریشن کے لیے ہسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ اسی روز حضرت قبلہؒ کرمانوالہ سے لاہور تشریف لے آئے اور بندہ کے ہاں قیام فرمایا۔ اہلیہ کو بہت ہی تکلیف تھی اور ان کی حالت بہت ہی خراب تھی لیکن حضرت قبلہؒ کی موجودگی سے یہ علاج نہ صرف کامیاب رہا بلکہ وہ بہت جلد صحت یاب ہوکر ہسپتال سے گھر آگئیں۔

برادرم رائے محمد اقبال صاحب (چیچہ وطنی) پیشاب کے عارضے میں مبتلا تھے اور درد سے چلّاتے تھے۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا۔ لیکن وہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر صحت یابی کی دعا کے خواستگار ہوئے۔ فرمایا کہ صندل کا تیل ایک چمچہ بھر استعمال کیجئے۔ اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ وہ بولے کہ میں اب کوئی دوا استعمال نہیں کروں گا۔ مہربانی فرماکر بلا علاج صحت کے لیے دعا کیجئے اور آج ہی کیجئے۔ تبسم فرماکر بولے۔ اللہ خیر کرے گا۔ رائے صاحب لاہور جارہے تھے جب واں رادھارام نماز کے لیے رکے اور استنجا کے لیے گئے تو

خوب کھل کر پیشاب ہوا اور کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی انہیں اس بیماری سے نجات مل گئی تھی۔

ایک مرتبہ آپ شاہی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص برابر سے گھبرایا ہوا سا گزرا۔ ایک خادم نے فرمایا کہ اس شخص سے معلوم کرو کہ اسے کیا تکلیف ہے؟ دریافت کرنے پر اس شخص نے بتایا کہ حضرت دو برس سے میرا بھائی گم ہو گیا ہے اس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ذرا مسجد کے بڑے دروازے کے باہر جا کر تو دیکھو۔ چنانچہ وہ شخص بڑے دروازے کی سیڑھیوں سے اتر ہی رہا تھا کہ اس کا بھائی اوپر آتے ہوئے اسے ملا اور اس طرح ان دونوں بھائیوں کا ملاپ ہو گیا۔

حضرت قبلہؒ کے حضور لوگ عموماً قبلہ رخ بیٹھتے۔ لائل پور کے ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کا بیان ہے کہ وہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہر چیز پر ناقدانہ نظر ڈالتے رہے۔ حضرت قبلہ کی نشست، برخاست، بات چیت، وضع قطع، لباس غرض ہر چیز سنت نبوی کے مطابق پائی۔ حتیٰ کہ جب کوئی

جوتا رکھتا تو ارشاد ہوتا کہ قبلہ رخ - درانتی، کدال، پھاوڑا - استعمال کی ہر چیز قبلہ رخ پڑی تھی - ہیڈ ماسٹر مذکور کے خیالات خود بخود تائید کر رہے تھے کہ رب کا ایک برگزیدہ بندہ جب استعمالی اشیاء کو بھی جو کہ مکلف نہیں ہیں قبلہ کی جانب متوجہ کر رہا ہے تو اس کی صحبت میں انسان بھلا کب غیر جانب پھرے گا - اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جو شخص طلب صادق کے ساتھ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اس کا دل و دماغ غرض ہر چیز اللہ تعالےٰ کی طرف پھر جاتی -

○

ایک روز ایک ضعیف آدمی (جو غالباً حضرت قبلہ کو کافی عرصے سے جانتا تھا) اور حاضر ہو کر بولا - میں نے آپ کو پہچان لیا ہے - کیا آپ نے بھی مجھے پہچانا؟ ارشاد ہوا، بڑے میاں! کیا تم نے بھی کبھی اپنے آپ کو پہچانا ہے؟ وہ خاموش رہا - حضرت قبلہؒ نے فرمایا! اچھا بتاؤ تم ایک دن میں کے مرتبہ سانس لیتے ہو؟ وہ سر ہلا کر بولا! جی مجھے معلوم نہیں - ارشاد ہوا سامنے کے کونے میں جا کر بیٹھ جاؤ اور ابھی سے گنتی شروع کر دو - جب یہ کام کر چکو تو پھر میرے پاس آنا -

اس ضعیف آدمی کے ساتھ اس گفتگو میں پتے کی بات تو یہ تھی کہ

ہم لوگ ولی اللہ کو پرکھنے کے لیے تو نکل کھڑے ہوتے ہیں لیکن ہمیں خود اپنے آپ کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ رب کے بندے کے امتحان کا قصد نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہماری سمجھ کجا۔ رب کے بندے کی سمجھ کجا۔

ایک دن ایک تعلیم یافتہ صاحب آئے اور خاموشی سے بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہؒ نے متوجہ ہو کر آنے کا سبب دریافت کیا۔ وہ نوجوان بولے حضرت قلب کا مریض ہوں۔ فرمایا، میری سمجھ میں نہیں آتا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ عرض کیا حضرت قلب کی روشنی کا متلاشی ہوں۔ فرمایا کہ مجھے روشنی اور اندھیرے سے کیا سروکار؟ میں تو یہ جانتا ہوں ہر مسلمان سنت نبویؐ کا پابند ہو اور حضورؐ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کے مطابق زندگی ڈھال لے۔ پھر نہ کسی اندھیرے کا ڈر ہے اور نہ کسی روشنی کا خیال۔ کہتے ہوئے فرمایا کہ نماز باقاعدگی سے ادا کریں۔ رزق حلال کی تلاش کریں۔ کسی کی حق تلفی نہ کریں۔ ڈاڑھی نہ منڈوائیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ہر کام درست ہو جائے گا۔

برادرم رائے محمد نیاز صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وظائف سے فارغ ہو کر حضرت قبلہ چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ یہ بھی وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک مولوی صاحب آئے حضرت نے فرمایا مولوی صاحب آپ صبح ہی صبح لڑ کر آ رہے ہیں۔ مولوی صاحب بولے! حضرت! میں تو کسی سے نہیں لڑا؟ فرمایا! آپ نے فلاں شخص سے لوٹا جو چھینا تھا۔ یہ سنتے ہی مولوی صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور دیر تک بے خود رہے۔ جب ہوش میں آئے تو ارشاد ہوا کہ مولوی صاحب چھوٹی چھوٹی باتوں میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے۔

○

ارشاد فرمایا کہ بعض اوقات انسان بزرگوں کے پاس خود چل کر جاتا ہے اور اکثر یہ حضرات خود بھی جب چاہیں اپنے پاس بلا لیتے ہیں۔ ہم پانی پت شریف حضرت بو علی شاہ صاحب قلندر اور سید غوث علیشاہ صاحب کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ جیسے ہی ہم ریلوے سٹیشن سے اترے ایک مست (حضرت بو علی شاہ صاحب قلندر کے آستانہ عالیہ پر عموماً مجذوب بے ہوش پڑے رہتے ہیں۔ ممکن ہے آجکل بھی ہوں یا شاید جیسا کہ سنا ہے ان میں سے اکثر پاکستان چلے آئے ہیں) ہمارے ساتھ ہو لیا۔ ہم جہاں جاتے وہ ہمارے ساتھ ساتھ رہتا اور جب ہم واپسی

گے لیے اسٹیشن پر آئے تو اس نے سونے کی ایک ڈلی ہمیں دی۔ ہم نے بھی اسے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی طرف سے کہ ایہ سمجھ کر لے لیا۔ نیز ہمیں معلوم ہوا کہ ہمیں اس سفر پر قلندر صاحب نے ہی بلوایا تھا۔

ارشاد فرمایا۔ ایک مرتبہ ہم خواجہ غریب نوازؒ کے عرس پر اجمیر شریف حاضر ہوتے۔ واپسی پر گاڑیوں میں بڑی بھیڑ تھی ایک شخص نے ہمیں سیکنڈ کلاس کے دو ٹکٹ دیئے۔ کیونکہ ہمارے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے۔ سیکنڈ کلاس میں چونکہ بھیڑ زیادہ ہوتی ہے ہم نے فرسٹ کلاس میں سفر کرنے کی خواہش ظاہر کی اور اسٹیشن ماسٹر سے رجوع کیا تاکہ وہ ان ٹکٹوں کو فرسٹ کلاس میں تبدیل کر دے۔ اسٹیشن ماسٹر نے وہ دونوں ٹکٹیں دیکھیں اور کہا کہ آپ انہی ٹکٹوں پر فرسٹ کلاس میں سفر کر سکتے ہیں۔ تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کی توجہ سے ہم نے یہ سفر بہت آرام سے طے کیا۔

ایک مرتبہ سرہند شریف حضرت مجدد صاحب کے آستانہ عالیہ پر حاضری ہوئی۔ واپسی پر فتح گڑھ اسٹیشن پر ایک مسجد ہے مولوی

اکرام صاحب سے فرمایا کہ آؤ ذرا اس مسجد میں ہو آئیں۔ مولوی صاحب نے سوچا کہ نماز کا وقت نہیں نہ جانے یہاں آنے میں کیا حکمت ہے؟ انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک دیوار کے ساتھ ایک مجذوب گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھے تھے۔ ان کے بدن پر بے شمار مکھیاں بیٹھی تھیں۔ یکایک مجذوب نے ایک پھریری لی اور حضرت قبلہ کی طرف دیکھا۔ مکھیاں اڑ کر دیوار پر جا بیٹھیں۔ مجذوب اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت قبلہؒ کے روبرو خاموشی سے جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت قبلہؒ نے ان کی پیٹھ پر دستِ شفقت پھیرا اور فرمایا، لو بھئی! اب خوش ہو نا۔ مجذوب مسکراتے ہوئے اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔

○

ایک دفعہ شرقپور شریف حضرت میاں صاحب کے عرس سے واپسی پر لاہور ٹھہرے۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مزار شریف پر حاضری کے بعد ساتھیوں سے ارشاد فرمایا کہ چلو مسجد وزیر خاں کی زیارت کر آئیں۔ حضرت قبلہؒ ساتھیوں کے ہمراہ کبھی جلوس بنا کر نہیں نکلتے تھے اور نہ ایسا پسند فرماتے تھے۔ چند آدمیوں سے فرمایا کہ تم مسجد میں چلو اور دو تین سے کہا کہ تم آگے چلو۔ جب دہلی دروازے

سے گزرے تو دریافت فرمایا، یہاں دہلی دروازے والی چھوٹی مسجد کا صحن ہے یا نہیں؟ ایک نے کہا اس مسجد کا صحن نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا اچھا وہاں جا کر دیکھ آؤ۔ یہ حضرات جب وہاں پہنچے تو ایک مستانی کو لیٹے ہوئے پایا۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ انہیں مسکرا کر دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ ساتھی سمجھ گئے کہ یہاں آنے کا مقصد کیا تھا؟

مستوں اور مجذوبوں سے حضرت قبلہ کی ملاقات کے ایسے واقعات بھی بے شمار ظہور میں آئے ہیں کہاں تک قلم بند کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ کی رنگا رنگ مخلوق کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں اسے یا تو اللہ تعالیٰ ہی سمجھتے ہیں اور یا اس کے خاص بندے۔ ہم نے تو دیوانوں پر لوگوں کو پتھر اٹھاتے ہی دیکھا ہے۔ حالانکہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے سر کا ہوش نہیں۔

○

ایک مرتبہ بھری محفل میں ایک شخص نے حضرت قبلہؒ کی طرف دیکھا اور چیخ مار کر بھاگتا ہوا کنوئیں میں جا گرا۔ لوگوں نے جب اسے کنوئیں سے باہر نکالا تو دیکھا کہ اسے خراش تک نہ آئی تھی۔ وہ حضرت قبلہؒ کے پاس حاضر ہوا۔ فرمایا، ابھی صرف اس نے مجھے دیکھا

ہے۔ مَیں نے اسے نہیں دیکھا۔ پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا!
اس طرح کنوئیں میں نہیں گرا کرتے۔

ایک صاحب جو ایک بڑی گدّی کے وارثوں میں سے ہیں۔ (جن کا نام مَیں یہاں ظاہر کرنا نہیں چاہتا) داڑھی مونچھ صاف، کوٹ پتلون پہنے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہؒ نے پوچھا، بابو جی! کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے اس معزز جگہ کا نام لیا۔ جہاں سے وہ آئے تھے۔ حضرت قبلہؒ نے جگہ مبارک کا نام دُہراتے ہوئے فرمایا، آپ وہاں سے آئے ہیں؟ وہ صاحب چیخ مار کر الٹے پاؤں چلے گئے۔ چند یوم کے بعد دوبارہ آئے تو داڑھی رکھ لی تھی۔ پھر تیسری مرتبہ آئے تو داڑھی شرلیت کے مطابق تھی اور تہمد و کرتہ پہنے ہوئے تھے اور حضرت قبلہؒ کی موجودہ اقامت گاہ کے سامنے جو حضور کے لیے رہٹ لگا ہے اسے اپنی دھن میں مست چلا رہے تھے۔

حضرت قبلہؒ کا فیضان بلا تمیز مذہب و ملت ہر سائل کے لیے ایک تھا۔ قیام پاکستان سے قبل حضرت قبلہؒ ایک مرتبہ اچھے والا (نزد فیروزپور چھاؤنی)

میں قیام پذیر تھے۔ سردیوں کے دن تھے۔ ایک دن عصر کے وقت ایک ادھیڑ عمر کا سکھ اور اس کی بیوی وہاں آئے۔ سکھ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ اس نے حضرت قبلہؒ سے بینائی کے لیے عرض کی۔ حضرت قبلہؒ نے اس سے بات کی اور رخصت کر دیا۔ دن ڈوب گیا تھا۔ میاں بیوی باہر آٹا پیسنے کے خراس کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئے کہ دن نکلے گا تو واپس چلے جائیں گے۔ آدھی رات ہوئی تو حضرت قبلہؒ نے چند درویشوں سے فرمایا کہ بھئی کچھ آدمی یہاں چھپے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن وہاں پر کوئی شخص نظر نہ آیا۔ آخر ایک درویش نے ان دونوں کو خراس کے نیچے دیکھ لیا۔ وہ سمجھا یہ چور ہیں۔ بے تحاشا ڈنڈے برسانے لگا۔ اتنے میں اور درویش وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے میاں بیوی کو پہچان لیا اور درویش کی مار سے انہیں نجات دلائی اور حضرت قبلہؒ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا۔ فرمایا! تم نے انہیں ناحق مارا۔ انہیں چائے پلاؤ اور لحاف دے دو۔

صبح کے وقت وہ اٹھ کر اپنے گاؤں چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد وہ سکھ اپنی بیوی کے ساتھ سر پر گٹھڑی اٹھائے ہوئے دوبارہ آیا وہ کہہ رہا تھا کہ میری تو اس روز کی مار سے آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئی ہیں۔

ایک روز مولوی خلیل اختر صاحب سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ چند احباب کے ساتھ حضرت قبلہؒ کے پاس کرمانوالے (موجودہ آرامگاہ) پر حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد جب مولوی صاحب نے جانے کی اجازت طلب کی تو ارشاد فرمایا! تھوڑی دیر تو اور بیٹھیں۔ انھوں نے ذرا دیر کے بعد دوبارہ اجازت چاہی۔ فرمایا! کچھ دیر اور رک جاتے تو اچھا تھا۔ خیر آپ کو جلدی ہے۔ مولوی صاحب اجازت لے کر باہر نکلے سڑک پر کھڑے سواری کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک سائیکل سوار مولوی صاحب کے ساتھ ٹکرایا۔ یہ سڑک پر گرے اور کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مولوی صاحب کو احباب تانگہ میں ڈال کر اوکاڑہ کے ہسپتال میں لے گئے۔ مگر علاج سے تکلیف بڑھتی گئی۔ مولوی صاحب کا آدمی ہر روز حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی بیماری کی اطلاع دیتا۔ حضرت قبلہؒ فرماتے وہ گھبرائے نہیں آرام آجائے گا۔

جب ان کی تکلیف اوکاڑہ ہسپتال میں کم نہ ہوئی تو احباب نے انہیں لاہور ہسپتال میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔ یہاں ڈاکٹروں نے کولھے کا ایکسرے لیا اور بتلایا کہ کولھے کی ہڈی چار جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ دوبارہ درست ہونے کی توقع نہیں ہے ٹانگ ہی کاٹی جائے گی۔ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ فرمایا! مولوی صاحب

ٹانگ نہ کٹوائیں اللہ تعالےٰ فضل کر دیں گے اور فرمایا کہ مالش وغیرہ کرائیں۔ چنانچہ چند روز کی مالش سے اللہ تعالےٰ نے کرم کر دیا اور ٹانگ درست ہو گئی کہ مولوی صاحب بآسانی چلنے پھرنے لگے۔

○

جناب محمد امین صاحب شرقپوری لکھتے ہیں کہ چند سال کی بات ہے کہ ایک روز میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں جا رہا تھا کہ راستے میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت اعلیٰ قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرقپور شریف تو امور کا فیصلہ فوراً فرماتے تھے لیکن ہمارے حضرت قبلہ اکثر معاملات میں تصفیہ میں اتنی عجلت سے کام نہیں لیتے۔ جب حاضر ہوا تو حضرت قبلہ اندر کمرے میں اکیلے بیٹھے تھے اور محی الدین عربی کی کسی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک مولوی صاحب چند آدمیوں کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئے۔ حضرت قبلہ نے ان پر ایک نگاہ ڈال کر فرمایا! مولوی صاحب آپ کے ساتھ آٹھ آدمی ہیں نا مولوی صاحب اور ان کے ساتھی بیٹھتے ہوئے بولے۔ جی ہاں! مولوی صاحب کہنے لگے کہ حضرت صاحب ان لوگوں پر قتل ......

وہ بات مکمل نہ کر پائے تھے کہ حضرت قبلہؒ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا مولوی صاحب آدمی کو جان سے مارنا بڑا گناہ ہے یہ توبہ کریں

اللہ تعالےٰ ان کو بری کر دیں گے اور یہ داڑھی نہ منڈایا کریں اور اب چلے جاؤ۔ مولوی صاحب اپنی بات کو پوری کرنے کے لیے دوبارہ بولے۔ قتل کی دفعہ تو اس تاریخ پر ہٹ گئی ہے اب ایک اور دفعہ رہ گئی ہے۔ فرمایا، مولوی صاحب میں نے آپ سے کہہ دیا کہ یہ توبہ کریں۔ اللہ تعالےٰ بری کر دیں گے اور اب یہاں سے جاؤ۔

ادھر مولوی صاحب ابھی اور باتیں کرنے پر مصر تھے کہ حضرت قبلہ نے تیسری مرتبہ فرمایا! مولوی صاحب آپ نے سنا نہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں بری کر دے گا۔ مولوی صاحب خود ان کے سامنے اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت قبلہؒ نے کمال مہربانی سے اس ناچیز کی طرف دیکھا۔ یہاں ندامت سے گردن خم تھی اور جی ہی جی میں شرمندہ ہو رہا تھا کہ اولیاء اللہ کے بارے میں (خواہ) اچھے ارادے سے ہی ہو کسی گمان کو جگہ نہیں دینی چاہیئے۔

○

ایک دفعہ حضرت قبلہؒ حاجی قلندر خاں کے پاس "مامون کے" تشریف لے گئے۔ ایک عورت حاجی قلندر خاں کے پاس آئی کہ حضرت قبلہؒ سے دعا کے لیے کہیں کہ اللہ کریم میری بھی گود ہری کریں۔

عورتوں کے طعنوں سے بیزار ہو چکی ہوں ۔ حاجی کندر خاں نے کہا جب حضرت قبلہؒ کھانا کھانے کے بعد روانہ ہونے لگیں تو تم راستہ گھیر کر کھڑی ہو جانا ۔ امید ہے کہ حضرت قبلہؒ مہربانی فرمائیں گے ۔ وہ عورت موقع کی منتظر کھڑی رہی ۔ جب آپ تیار ہو کر موٹر میں تشریف فرما ہوئے تو وہ فوراً راستے میں جا کر لیٹ گئی ۔ راستہ تنگ تھا ۔ جب موٹر وہاں پہنچی تو راستے میں عورت لیٹی ہوئی تھی ۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ کیا بات ہے ؟ اس عورت نے راستہ کیوں روک رکھا ہے ؟ حاجی کندر خاں نے عرض کیا کہ یہ ایک بے اولاد عورت ہے اور کہتی ہے اس زندگی سے مر جانا بہتر ہے ۔ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اللہ کریم بیٹا دیں گے ۔ اس سے کہو ہمارا راستہ چھوڑ دے ۔ چنانچہ عورت کو جب یہ پیغام دیا گیا تو وہ خوشی خوشی زمین بوس ہوتی ہوئی روانہ ہو گئی ۔ دو سال گزرنے نہ پایا تھا کہ اللہ کریم نے اس کی گود ہری کر دی ۔ اور چاند سا بیٹا عطا فرمایا ۔

○

انہی حاجی کندر خاں کا لڑکا علی محمد کسی کام کے لیے لاہور گیا ۔ وہاں سے واپسی پر غلطی سے ایسی گاڑی پر سوار ہو گیا جو حضرت

کرمانوالہ اسٹیشن پر نہیں رکتی تھی۔ جب حضرت کرمانوالےؒ کا اسٹیشن آیا تو اس نے دیکھا کہ گاڑی رکتی نہیں اور پوری رفتار سے بڑھی جارہی ہے۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور ایک نعرہ مار کر چھلانگ لگادی۔ زمین پر دور تک لڑھکیاں کھاتا ہوا چلا گیا۔ گاڑی کے مسافروں نے خیال کیا کہ گرنے والا کیا سلامت رہا ہوگا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد علی محمد کپڑے جھاڑتا ہوا زمین سے اٹھا اور ہنستا ہوا گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا۔ اسے کوئی خاص چوٹ نہیں آئی تھی۔ صرف خراشیں آئی تھیں۔ جب حضرت قبلہ کی خدمت میں گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ برخوردار ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ جان کی حفاظت ضروری ہے۔ مجھے ان باتوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت قبلہؒ کے اسٹیشن پر اترنے کا یہ جرأت مندانہ اقدام پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اکثر حضرات جو لاعلمی کے سبب میل گاڑی میں بیٹھ جاتے وہ اس اس اسٹیشن پر چھلانگیں لگا کر اترتے اور چوٹوں وغیرہ سے محفوظ رہتے۔ مگر حضرت قبلہؒ نے ہمیشہ ایسے لوگوں کو یہ تنبیہ فرمائی کہ وہ عام گاڑی سے بیٹھ کر آیا کریں۔ جو اس اسٹیشن پر رکتی ہے۔ حضرت قبلہؒ خلاف قانون باتوں کی کبھی حوصلہ افزائی نہ فرماتے تھے۔ بلکہ مروّجہ قواعد اور قوانین کی پابندی پر زور دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص پریشان حال خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اس کا اکلوتا بیٹا گھر سے ناراض ہو کر کہیں چلا گیا تھا۔ باپ اپنے بیٹے کی جدائی سے بے حال ہو رہا تھا۔ خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو بے قراری اس پر غالب تھی۔ آپ نے شفقت سے دریافت فرمایا۔ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جگہ کا نام لیا۔ آپ نے پوچھا کس کام کے لیے آئے ہو؟ اس شخص نے رو رو کر عرض کیا کہ میرا اکلوتا بیٹا کہیں چلا گیا ہے۔ آپ نے قدرے ناراض ہو کر ایک خادم سے کہا کہ یہ تو بات بھی ٹھیک طرح سے نہیں کرتا اسے باہر نکال دو۔ اس کا لڑکا آجائے گا۔ اسے کہو کہ ابھی چلا جائے۔ باہر جا کر اس نے اصرار کیا کہ جب تک میرا لڑکا نہیں آئے گا میں تو نہیں جاؤں گا۔ آخر لوگوں نے بڑی مشکل سے اسے سمجھا بجھا کر روانہ کیا کہ اس میں کوئی حکمت ہے۔ تم حضرت قبلہؒ کا حکم مانو اور چلے جاؤ۔ آخر وہ چار و ناچار روانہ ہوا۔ جب وہ اوکاڑہ اسٹیشن پر پہنچا تو اس کا لڑکا بھی اسی گاڑی پر سوار ہونے کے لیے اس ڈبے میں آگیا۔ وہ شخص بہت خوش ہوا اور لڑکے کو ہمراہ لے کر پھر

حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا۔ جاؤ اسے گھر لے جاؤ۔ بچوں کو محبت اور پیار سے رکھنا چاہیئے۔

حاجی نظام دین مرحوم اگرچہ آلو مہار شریف والوں کے ملنے والوں میں سے تھے لیکن حضرت قبلہؒ ان پر نظر شفقت رکھتے تھے۔ حاجی صاحب بڑے خوش خلق، خدمت گزار اور اداشناس تھے۔ اس لیے سفر میں حضرت قبلہؒ کے ہمراہ ہوتے کا ان کو شرف حاصل تھا۔ قیام پاکستان سے پہلے کی بات ہے کہ حاجی صاحب ایک دفعہ کمہو نوالہ (نزد فیروزپور) حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت قبلہؒ نے انہیں لنگر کھلانے کی خدمت پر مامور کر دیا۔

حاجی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے سب لوگوں کو دوپہر کا کھانا کھلا دیا اور فارغ ہو کر حضرت قبلہؒ کے پاس چلا گیا۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ کیا سب مسلمانوں کو کھانا کھلا دیا ہے۔ حاجی صاحب نے کہا! جی ہاں! حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا۔ جاؤ دیکھ کر آؤ، کوئی ایسا شخص رہ تو نہیں گیا جس نے کھانا نہ کھایا ہو۔ نیز حضرت قبلہؒ نے فرمایا۔ حاجی صاحب کوئی نہ کوئی

شخص ضرور رہ گیا ہوگا ۔ ادھر ادھر بھی دیکھ لیا کرو ۔ حاجی صاحب متفکر ہوئے اور پھر تحقیقات کر کے واپس آئے ۔ عرض کیا کہ جناب سب کھا چکے ہیں ۔ کوئی بھی اور نظر نہیں آتا ۔ فرمایا اچھا تو بیٹھ جاؤ ! حاجی صاحب بیٹھے اور بیٹھتے ہی آنکھیں بند کر لیں ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اسٹیشن کی طرف سے دو آدمی چلے آ رہے ہیں ۔ اور آپس میں کہہ رہے ہیں کہ بھئی جلدی چلو بھوک لگ رہی ہے حضرت قبلہؒ کے لنگر سے کھانا کھائیں گے ۔

حاجی صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اور باہر جا کر ان دونوں آدمیوں کے انتظار میں کھڑے ہو گئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں آدمی بھی آ گئے اور حاجی صاحب نے انہیں کھانا کھلایا ۔

تذکرۂ سرکار حضرت کرمانوالہؒ

ثانی غوث الثقلین، محبوب رب العالمین، قبلۂ حاجات، سید السادات مجدد ملت والدین اعلیٰ حضرت حضرت کرمانوالہ شریف کے حالات۔

یادِ اُو سرمایۂ ایمان بود
ہر گدا از یادِ اُو سلطان بود

میں نے پاکستان میں قریباً آپ جیسا کوئی رب العالمین کا دوست نہیں دیکھا۔ جو پوری شریعت کی تابعداری کرنے والا، نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، پوری قوم کا رہنما، زبانِ حال کا قطب، منبع ولایت ہیں۔

کیونکہ پیارے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہے اس لیے آپ کی امت کے اولیاء اللہ قوم کے رہنما ہوئے۔ جیسا کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:- النبی فی امتہ الشیخ فی قومہ۔ جیسے امت کا سربراہ نبی ہوتا ہے۔ اس کے بعد شیخ قوم کا راہنما ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "انا خاتم النبی لا نبی بعدی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اس

رسالت کی تبلیغ کا سلسلہ امت کے اولیاء اللہ جو عالم ربانی بھی ہوتے ہیں جاری رکھنا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا (العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) کے مصداق رب العالمین کے فرمان کو مخلوق تک پہنچانے کے مصداق ہوتے ہیں۔ ولایت کی تعریف بھی یہی ہے کہ ولی وہ ہوتا ہے جو عالم ربانی بھی ہو اور اتباع شریعت کی جیتی جاگتی تصویر بھی ہو۔

میری امت کے اولیاء اللہ عالم ربانی پہلے انبیاء جیسے ہیں اس لیے رب العالمین نے فرمایا ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہ

الذین امنوا وکانوا یتقون ہ قرآن کریم

خبردار بیشک اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ ہی خطر، وہ لوگ جو ایمان لائے اور متقی رہے ہے۔

ان آیات کریم کو مدنظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء اللہ کلمہ حق بیان کرنے سے سستی نہیں کرتے۔ اور اُمت کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ باطنی نظام بھی ان کی برکت سے چلتا ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ اس کے پیش نظر ہر زمانہ میں غوث،

قطب ابدال پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس زمانہ میں رب العالمین نے اپنے حبیب پاک کے صدقے میں شاہ کرمانوالے کو یہ مقام حاصل ہے کہ جو زمانہ حالی میں کسی کو حاصل نہیں۔ سرکار بیک وقت قطب ارشاد بھی تھے۔ اور قطب مدار بھی، مجدّد بھی، ہر مقام میں قبلۂ حاجات تھے۔

سرکار کی پیدائش

مقام کرمونوالا (ضلع فیروزپور تھا) آپ کے جد امجد اوچ شریف ریاست بہاولپور۔

تعلیم ابتدائی

آپ نے قرآن کریم اپنے چچا سید قطب شاہ صاحب سے حاصل کی۔ اور ظاہری علوم سہارنپور، دہلی، لاہور شاہی مسجد، جامع نعیمیہ سے حاصل کیا اور سند سہارنپور سے پاس کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے فیروزپور میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگ اور خواجہ اللہ بخش کے خلیفہ مولانا شرف الدین صاحب سے بیعت کی۔ طریقت میں آنے کے بعد سرکار نے مجاہدات کثیر کئے۔ جناب ابتدائی مجاہدات میں عرائس پر بھی جایا کرتے تھے۔ لاہور حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اجمیر شریف، سرہند شریف، مکان شریف، تونسہ شریف، چشتیاں شریف، پاکپتن شریف۔

جب آپ کے پیر طریقت مولانا شرف الدین کا وصال ہوا چونکہ آپ کا ظرف عالی تھا اس لیے مرد خدا کی تلاش میں رہنے لگے۔ رب العزت نے شرق پور شریف میں اعلےٰ حضرت میاں صاحب شیر ربّانی کا شرف حاصل ہوا۔ جب شیر ربانی کی شرف ملاقات ہوئی تو اعلےٰ حضرت نے فرمایا۔ شاہ صاحب کچھ پڑھے ہوئے بھی ہو۔ آپ نے کہا حضرت پڑھا ہوا تو ہوں مگر سمجھ نہیں۔ شیر ربّانی نے فرمایا۔ سمجھ بھی آجائے گی۔ اسی وقت کسی شخص نے زردا کی پلیٹ شیر ربّانی کے ہاں پیش کی۔ میاں صاحب نے شاہ صاحب کو ما نوالہ کو دی۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں جب زردے کا لقمہ میں نے کھانا شروع کیا تو پہلے لقمہ میں ہی سب اسرار و رموز کھل گئے۔ بس سب کچھ عیاں ہو گیا۔

یہ تصرف شیر ربّانی کا تھا۔ اعلےٰ حضرت نے فرمایا کہ جو امانت رب العالمین نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور پیر طریقت کے صدقے مجھے عطا فرمائی گئی تھی وہ اس وقت شاہ صاحب کو عطا کر دی۔

ایک دن سرکار کرمانوالہؒ نے فرمایا سیٹھا ایک بات بتاؤ۔ سیٹھ محمد شفیع بیان کرتے ہیں۔

سیٹھ نے عرض کیا فرماؤ، آپ نے فرمایا۔ خواجہ غریب نواز کا پیغام آیا کہ شاہ صاحب آؤ۔ میں نے کہا جناب میں آؤں۔ آپ اکیلے ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اکیلا ہوں گا۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں خواجہ صاحب کے ہاں اجمیر شریف پہنچا تو درگاہ کا دروازہ بند تھا۔ اس وقت دروازہ خود بخود کھل گیا۔ میں اندر داخل ہوا تو دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کی قبر کے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ فوراً قبر کھل گئی۔ خواجہ صاحب قبر سے نکل کر میرے سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے کندھوں کو پکڑ لیا ہلایا اور اس کے بعد اجازت دے دی۔

اس لیے جناب سرکار حضرت کرمانوالہؒ کو سب سلسلہ چشتیہ کے بزرگان دین شاہ صاحب کہہ کر بلاتے تھے۔

☆

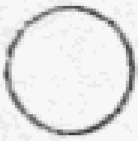
سیٹھ صاحب بیان کرتے ہیں۔ سرکار فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ بابا شیخ عالم مسعود فرید الدین گنج شکر رحمت اللہ علیہ کے عرس کا موقع آیا۔ سرکار کی طبیعت ناساز تھی۔ رات کو بابا صاحب ملے۔ فرماتے ہیں۔ شاہ صاحب عرس پر نہیں آؤ گے۔ میں نے کہا حضرت طبیعت ناساز ہے اس لیے نہیں آسکتا۔ بابا صاحب نے فرمایا۔ شاہ صاحب تم تو صحت مند ہو۔ صبح کر اونٹنی پر سوار ہو کر تم آجانا۔ جب صبح ہوئی ایک اونٹنی آئی سرکار شاہ صاحب کرموالا سے سوار ہو کر فیروزپور اسٹیشن پر آئے اور گاڑی پر سوار ہو کر پاکپتن شریف عرس پر پہنچ گئے۔ سرکار کرمانوالے فرماتے ہیں میرا براہ راست بابا صاحب سے تعلق تھا۔

○

سیٹھ بیان کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں۔ جب کرمانوالے سرکار تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے گاؤں کرموالے آئے تو میرے ایک ہندو دوست نے مجھ سے خط لکھوایا۔ وہ ہندو لڑکا دوسرے گاؤں کی ایک لڑکی پر عاشق تھا۔ جب خط اس گاؤں پہنچا تو خط اس لڑکی کے لواحقین کے ہاتھ آگیا۔ وہ پنچایت لے کر کرموالے آگئے۔ کیوالے

کی پنچایت بھی انہوں نے اکٹھی کی۔ انہوں نے کہا اس خط کا فیصلہ کر دو انہوں نے اس خط کا فیصلہ یہ کیا کہ خط لکھنے والی کی بہن کا رشتہ اسی لڑکی کے بھائی سے کیا جائے۔ اور پانچ سو روپیہ جرمانہ بھی دیا جائے گا۔ جب فیصلہ ہو گیا تو اس خط لکھنے والے لڑکے کو معلوم ہوا۔ اس نے غیرت میں آ کر رات کو کچھ کھا لیا۔ صبح کو مرا پایا۔ تھانہ آ گیا۔ تھانیدار نے تفتیش شروع کی تو معلوم ہوا کہ خط لکھنے والے کی غلطی ہے اسے لاؤ۔ جب سرکار کرمانوالے کو اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ اللہ کریم حافظ و ناصر ہے۔

سرکار فرماتے ہیں رات کو خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ ملے۔ گھبراؤ نہیں شاہ! میں آپ کی جگہ چلوں گا۔ صبح ہوئی پولیس کا کپتان (ایس پی) بھی آ گیا جو انگریز تھا۔ شاہ صاحب کو دیکھ کر اس نے ٹوپی اتار کر سلام کیا۔ اور کہا پیر پادری آپ کو کس نے بلایا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا! اس تھانیدار نے۔ تھانیدار کو اسی وقت ایس پی نے گالیاں دیں اور مارا بھی اور کہا جاؤ۔ پیر پادری: پھر ٹوپی اتار کر سلام کیا۔



سیٹھ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۷۱ء میں عمرہ کے لیے حجاز

تشریف لے گئے کہ وہاں پر (مدینہ پاک) میں خواجہ خان محمد گدی نشین تونسہ شریف سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں قدموں کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ بھی گنبد خضرہ کے پاس حاضر تھا۔ خواجہ خان محمد نے مجھ کو کہا کہ پہلی دفعہ حضرت سرکار کرمانوالا تونسہ شریف تشریف لائے۔ تو خواجہ خان محمد نے سب ملنے والوں کو کہا کہ شاہ صاحب کو مزار اقدس خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ نہ بتانا۔ شاہ صاحب سرکار آگے آگے تھے۔ باقی خواجہ خان محمد کے ساتھ پیچھے تھے۔ جب مزارات پر شاہ صاحب گئے تو شاہ صاحب نے مزارات کو چھوڑ کر پہلی دفعہ خواجہ اللہ بخش کے مزار پاک کو بوسہ دیا۔ خواجہ خان محمد فرماتے ہیں۔ ہم حیران رہ گئے۔ یہ کمال تھا شاہ صاحب سرکار کرمانوالہ کا یہ واقعہ بھی خواجہ خان محمد صاحب نے گنبد خضراء کے پاس سنایا تھا۔

○

قدرت اللہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ ایک دفعہ ۱۹۵۷ء میں کرمانوالہ سرکار کے پاس حاضر تھا کہ ساہی وال کا ڈپٹی کمشنر حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے کہ بہشتی لوگ گذرتے تھے۔ سرکار نے فرمایا بابو جی! تسیں بھی بڑا کچھ

جانتے ہو۔ اس نے کہا نہیں حضرت میں کچھ نہیں جانتا۔ بہشتی دروازے کے متعلق ۔ آپ نے فرمایا اسی قسم کا سوال خواجہ شمس الدین سیالوی نے بھی خواجہ سلیمان تونسوی سے کیا تھا۔ خواجہ سلیمان تونسوی نے فرمایا تھا۔ خواجہ سیالوی کو بہشتی دروازہ گزرنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ تمہارا خیال ہے ویسے ہی لوگ بہشتی دروازہ گزرتے ہیں۔ آئیں تم کو بہشتی دروازہ کا نظارہ دکھاؤں۔ خواجہ تونسوی نے خواجہ سیالوی کو دروازہ سے اس طرف کی مخلوق دکھائی جو گناہ کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ تھے اور جب گزر جاتے تھے وہ ہی انسان رحمت والے پرنور ہوتے جاتے تھے۔

○

(پیر) قدرت اللہ بیان کرتا ہے کہ بندہ جب پہلی دفعہ شرقپور شریف عرس پر حاضر ہوا تو دربار اعلیٰ حضرت شیر ربانی کے سامنے رات کو سو گیا۔ خواب میں کچھ دیدار بھی ہوا۔ مگر جب بیدار ہوا تو اتنی خوشبو بندہ کے منہ سے آرہی تھی۔ ایسی خوشبو آج تک اس سے پہلے نہیں آئی تھی۔ خیر عرس گزرنے کے بعد جب لاہور آیا تو اس وقت حزب الاحناف سے دینی علوم حاصل کرتا تھا۔ ایک دفعہ حافظ محمد حسین جو میرے نزدیک یکی دروازہ میں رہتے تھے۔

ملے تو حافظ صاحب نے کہا کہ ایک بزرگ حضرت کرمانوالے بادشاہی مسجد
میں تشریف فرما ہیں۔ ملاقات کرنی ہو تو جلدی جاؤ۔ خیر بندہ شاہی مسجد
پہنچا تو اس وقت سرکار کرمانوالہ دروازہ مسجد دیکھ رہے تھے۔ اس
سے پیشتر بندہ نے اولیائے نقشبند ایک کتاب پڑھی تھی جس میں
لکھا تھا کہ ایک دن اعلیٰ حضرت شیر ربانی کے دربار میں ایک شخص نے
عرض کیا کہ آپ بندہ کو سرور عالم رحمت العالمین، خاتم النبیین، لشکر
سالار انبیاء کا دیدار کروا دیجیئے۔
آپ نے (شیر ربانی) اس کو درود خضری پڑھنے کو فرمایا۔
رات کو ۵۰۰ بار پڑھا کرو سات دن میں دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ہو جائے گا۔ بندہ نے بھی کتاب سے وہی درود شریف یاد کر کے
رات کو ۵۰۰ بار پڑھنا شروع کیا۔ ہفتہ میں ایک پرنور چہرہ دکھائی
دیا۔ خیر جب پہلی بار اس خواب سے بادشاہی مسجد میں حضرت شاہ
صاحب کرمانوالے کا دیدار ہوا تو بندہ حیران رہ گیا۔ وہ صورت پرنور
دکھائی دی جو خواب میں دیکھی تھی۔ آپ سے ملاقات ہوئی شاہی مسجد کے
باہر لفظ قفل لکھا تھا۔ مجھے جناب سرکار نے پوچھا کہ کیا معنی ہیں؟
میں نے کہا تالہ۔ آپ نے پھر فرمایا۔ قلفت کا معنی بتاؤ، مجھے نہیں
آتا۔ جب اپنے درس حزب الاحناف جناب منور علی شاہ صاحب جو

مجھے صرف نحو پڑھاتے تھے میں نے ان سے معنی اس لفظ کا پوچھا تو
نور علی شاہ صاحب نے بڑی مشکل سے لغات کو دیکھ کر کہا آلہ تناسل
کا اگلا حصہ۔ اس طرح معلوم ہوا کہ سرکار کرمانوالے کا فرمایا ہوا لفظ
بہت حقیقت والا تھا۔ جس نے نفس کو قابو کر لیا وہ اللہ والا ہو گیا۔
ساتھ زبان کو بھی۔

اس کے بعد پہلی بار حضرت کرمانوالہ شریف بندہ حاضر ہوا تو
حضرت شاہ صاحب نے بندہ سے قرآن کی آیات کے معنیٰ،
فقہیہ کے (مسئلہ البیہ حبط) منطق کا سوال اور اصول فقہ کے
سوال کیئے۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، منطق میں
ان کانت الشمس طالعۃ والیل لیس لمسجود،

کچھ کے جواب بندہ نے دیئے۔ زیادہ کے نہ آتے تھے۔
نہیں معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کرمانوالے سرکار صرف بزرگ ہی نہیں
ظاہری علوم کے بھی بادشاہ تھے اور باطنی بھی۔ رب تعالیٰ جانے
کیا تھے۔ ہر آنے والا سوالی یہی سمجھتا تھا کہ حضرت میرے ساتھ
ہی سب سے زیادہ محبت سے پیش آتے ہیں۔ حالانکہ آپ
رحمت اللعالمین کی نسل تھے اس لیے رحمت کا دروازہ ہر آنے
والے کے لیے کھلا رہتا تھا۔

آپ کا بولنا، آپ کا دیکھنا شفقت کی نظر سے جیسے سب غم دور ہو جاتے تھے۔ آپ کا بیٹھنا، آپ کا چلنا، آپ کا لیٹنا، سب اتباعِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ بندہ دو سال تک حاضر خدمت رہا۔ مگر ایک دفعہ بھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ شفقت سے نہ پیش آئے ہوں۔

بندہ نے آپ کی حیات ظاہری میں آپ کے حکم سے سات دفعہ جمعہ میں تقریر کی تھی اور دو دفعہ عید ۲۴ چک میں آپ کے حکم سے پڑھائی۔ حضرت سرکار کرمانوالاؒ کا خاص کرم ہے۔ اب بھی جب کوئی مشکل پیش آتی ہے آپ دیدار خواب میں کرا دیتے ہیں۔ مشکل حل ہو جاتی ہے۔

آپ کے حکم سے دربار حضرت کرمانوالہؒ میں لنگر پر سال بھر ڈیوٹی اور ڈاک خانہ کا کام بھی کیا۔ صبح کے وقت خاص کر حضرت حدیث قرآن کریم، یا تفسیر لغات بیان کرتے تھے۔ اور سوال بھی علماء سے کرتے تھے۔ اور احسن طریقے سے سمجھا بھی دیتے تھے اور بہت شفقت فرماتے تھے۔

○

بندہ بیان نے جو کچھ دیکھا (قدرت اللہ) دربار صحن مسجد میں

حضرت کرمانوالہ سرکار تشریف فرما تھے۔ بہت سے عوام دربار میں فیض حاصل کرنے آئے تھے۔ ایک کار میں چار آدمی حاضر ہوئے۔ یہ لاہور کی طرف سے آئے تھے۔ سب سے پہلے ان چاروں کو پوچھا بیلیو (دوستو) کدھر سے آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا لاہور سے۔ آپ نے فرمایا۔ کیسے آئے؟ انہوں نے ایک بیمار کو آگے کیا اور کہا کہ یہ بیمار ہے۔ آپ نے دوائی بتائی۔ انہوں نے پرہیز پوچھا۔ آپ نے فرمایا حلال وحرام کا پرہیز کرنا۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ آپ نے ان کو دربار سے نکال دیا۔ حلال حرام ہی تو پرہیز ہے۔

O

(پیر) قدرت اللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک بوڑھا آدمی حاضر دربار کرمانوالہ میں آیا اور عرض کیا حضرت صاحب! میرے جوڑوں میں درد ہے۔ چلنے پھرنے سے معذور ہو رہا ہوں دعا فرمائیں میں تندرست ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ بابا تم کیا کام کرتے رہے ہو؟ اس نے عرض کی حضرت ریلوے میں ملازم تھا۔ فرمایا۔ بابا کبھی چوری تو نہیں کی۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے سوتر چوری نہیں کیا تھا؟ اس نے کچھ دیر سوچ

کر عرض کیا ۔ حضرت سوتر چڑھی کیا ہے ۔ فرمایا کب سے ؟ اس نے عرض کیا دو برس ہوئے ہیں ۔ آپ نے فرمایا جوڑوں میں درد کب سے ہے ؟ اس نے کہا دو برس سے ۔ کشف کرامات آپ سرکار کی عام تھیں ۔ آپ کی ولایت کی حد کو کوئی نہیں سمجھتا تھا ۔

قدرت اللہ کا بیان ہے سرکار حضرت کرمانوالہؒ کی خدمت ہر قسم کے لوگ فیض حاصل کرنے کے لیے طول و عرض سے حاضری دیتے تھے ۔ حقہ پینے والے جاتے تو فرماتے کیوں بیلیا حقہ تو نہیں پیتا ۔ وہ کہتا حضرت پیتا ہوں ۔ اس وقت آپ فرماتے ۔ اس باپ کو کیوں نہیں چھوڑتا ۔ آپ کی نظر کرم سے سب نشہ والے نشہ چھوڑ دیتے اور توبہ سچی کر لیتے ۔

آپ اکثر فرماتے ہیں کیوں پیر جی ! حضورؐ دی بڑی شان نے ۔ ایسے معلوم ہوتا کہ ہر وقت دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہتے ہیں ۔ سرکار کرمانوالہؒ کے پیش نظر ہر وقت مصطفےٰ رہتے ۔ شریعت پر سختی سے اپنے ملنے والوں کو تاکید کرتے تھے ۔ ہر مرید کو اندر باہر سے شریعت کے روپ میں دھارتے تھے ۔ یہ خاص تربیت تھی ۔ آپ کے ملنے کے چہرے دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ کسی بڑے

سردار اولیاء اللہ کے غلام ہیں۔

خادم سیٹھ محمد بیان کرتے ہیں۔ سرکار کرمانوالے نے فرمایا جناب اعلیٰ حضرت شیر ربّانی رحمتہ اللہ علیہ کشمیر تشریف ایام بیماری لے جارہے تھے تو اس وقت شیر ربّانی کے ساتھ حضرت کرمانوالاؒ اور حضرت نور الحسن شاہ صاحب کیلانوالے بھی تھے پچھلی رات شرق پور سے ٹم ٹم پر سوار ہو کر برج اٹاری پہنچے۔ اس وقت صبح صادق کا وقت تھا۔ مسجد ملاح والی برج اٹاری میں حسب حکم شیر ربانی صبح کی اذان حضرت نور الحسن شاہ صاحب نے دی اور جب نماز کا وقت ہوا تو میاں صاحب نے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب کرمانوالہؒ کو کہ نمازِ جماعت کراؤ۔ سرکار کرمانوالہؒ نے جماعت کرائی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جماعت کے فرائض جیسے آقائے علیہ اسلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہہ کو حکم فرمایا تھا ایسے ہی میاں صاحب نے سرکار کرمانوالاؒ کو فرمایا کہ خلفائے میاں صاحب میں نمایاں سرکار کرمانوالاؒ کی شان تھی۔

سیٹھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ حضور کوئی بہشتی سے گزر جنتی ہو جائے گا۔ کوئی گلیوں سے گزر جنتی ہو گا۔ "ساڈے پڑ پلّے بھی کچھ ہے" ۔ آپ سرکار کرمانوالے نے فرمایا۔ سیٹھا مرید ہو یا نہ ہوئے۔ نیت کے ساتھ ایک دفعہ بھی یاد کر لے گا وہ بھی جنتی ہو جائے گا۔ یہ بات حضرت کیلانوالے میں ایک مولوی نے وعظ میں کہی کہ حضرت نورالحسن شاہ نے فرمایا تھا جو میری گلیوں میں گزرے گا وہ جنتی ہو جائے گا۔

سیٹھ نے حاجی رحمت علی بوڑے والے کے سامنے یہ بات کی کہ ہم کسی کی وساطت سے جنت میں نہیں جاتے۔ حاجی نے شکایت سرکارِ اعلیٰ کرمانوالے سے کی۔ آپ نے فرمایا حاجی جی! جو آدمی سیٹھ کو دیکھ لے گا وہ بھی جنتی ہو جائے گا۔

○

مناظر اسلام مولوی محمد عمر اچھروی بیان کرتے ہیں کہ بندہ اچھے والے کنوئیں پر گاؤں میں گیا جہاں سرکار کرمانوالے تشریف فرما تھے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حکم ہو تو

میں ایک پستول کا لائسنس بنا لوں۔ آپ سرکار نے فرمایا۔ مولوی صاحب پستول کیا کرنا ہے جبکہ زمانہ اس وقت غدر کا تھا۔ سرکار نے خادم کو فرمایا کہ بیری کا موسچھا (چھڑی) اتار کر مولوی صاحب کو دے دو۔ جب مولوی کو بیری کی عصا عطا کر کے فرمایا۔ مولوی صاحب جدھر جی چاہے جاؤ کوئی فکر نہ کرنا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ موچھا ہر کام میں میری حفاظت پستول جیسے کرتا تھا حتیٰ کہ گھر میں بلی نقصان چوزوں کا کرتی تھی۔ اس موچھے کو مرغیوں کے پاس رکھ دیا گیا اور باقی چوزے اس کی برکت سے محفوظ رہے۔

○

ملک رب نواز بیان کرتے ہیں کہ بندہ کو تپ دق تیسرے درجہ کی تھی لاہور اور ساہیوال میں علاج خوب کراتا رہا۔ کوئی فرق نہ ہوا بڑا پریشان تھا۔ ایک دن بغرض علاج ساہیوال سے لاہور جا رہا تھا کہ راستے میں حضرت کرمانوالے اتر گیا کہ اللہ والے کی برکت سے تندرست ہو جاؤں گا۔ کیونکہ ناامید تھا جبکہ دربار حضرت کرمانوالےؒ پہنچا تو دربار میں بہت حاجتمند موجود تھے۔ بندہ جا کر بیٹھا ہی تھا کہ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ ملک صاحب آ گئے آ

جاؤ۔ اس سے پیشتر میرے دل میں خیال تھا کہ اتنی بھیڑ میں میری ملاقات مشکل ہو گی۔ لیکن جب حضرت نے فرمایا کہ ملک صاحب آگئے آجاؤ۔ ملک صاحب خیر ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! ڈاکٹروں نے لا علاج کیا ہے تپ دق ہے۔ آپ سرکار نے فرمایا کہ ملک صاحب اللہ کریم نے تو جواب نہیں دیا۔ مجھے خادم عبدالرشید کے سپرد کیا اور حضرت نے فرمایا کہ ملک صاحب کو لنگر کا کھانا کھلانا (ٹکڑے بچے کھچے اور لسّی دینا) حتیٰ کہ ملک صاحب نے آٹھ دن لنگر حسب حکم کھایا۔ آٹھ روز کے بعد اجازت مل گئی ساہیوال پہنچا۔ میرا معالج ناراض ہو رہا تھا تم کہاں گئے تھے؟ میں نے تمہارا آپریشن کرنا ہے۔ ڈاکٹر نے کمپوڈر کو کہا اس کا ایکسرے لے لیا جائے۔ کمپوڈر نے ایکسرے لے لیا۔ پھیپھڑے ٹھیک نظر آئے۔ حتیٰ کہ خود ڈاکٹر نے ایکسرے لیا وہ بھی تندرست نکلا۔ حیران تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ملک صاحب سے پوچھا کہ تم نے کس سے علاج کرایا ہے۔ ملک صاحب نے کہا کہ میں نے ایک ایسے ڈاکٹر سے ایکسرے کرایا ہے جس نے میرے پہلے پھیپھڑے نکال کر نئے پھیپھڑے لگوا دیئے ہیں۔

سیٹھ محمد شفیع کیلانوالے بیان کرتے ہیں کہ سرکار حضور کرمانوالے کے ساتھ شاہی مسجد دیکھ رہے تھے کہ ایک اجنبی شخص نے عرض کیا۔ حضرت میرا بچہ گم گیا ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا جا کر بادشاہی مسجد کی سیڑھیاں گنو۔ وہ آدمی بادشاہی مسجد کی سیڑھیاں اوپر سے نیچے گنتا جا رہا تھا۔ نیچے سے اوپر کو دیکھا کہ اس کا بچہ آ رہا تھا۔

○

بابو جان محمد صاحب چکٹ دھونی والا (اختر آباد) بیان کرتا ہے کہ وصال کے بعد دربار روضہ مبارک پر حاضر تھا۔ قبر انور سے آواز آئی۔ سرکار نے فرمایا۔ بابو جان محمد نعت سناؤ۔ تین دفعہ آواز آئی۔ بابو صاحب خاموش تھے۔ قبر کے دوسری طرف ڈاکٹر رفیق صاحب ڈائرکٹر ایگریکلچرل بھی موجود تھے۔ انہوں نے بھی قبر سے آواز سنی وہ فوراً جان محمد کے پاس آئے اور کہا بابو جی! سرکار کا حکم مانو۔ نعت سناؤ۔ ڈاکٹر کے کہنے پر بابو جان محمد نے نعت حضرت روضے والے کو سنائی۔ معلوم ہوا سرکار روضے میں ہر آنے والے کو دیکھتے ہیں اور اس کی باتیں سنتے ہیں۔

اس نعت کے آخری اشعار یہ ہیں کہ جو خواجہ غریب نواز کے شیخ خواجہ عثمان ہرونی رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھی ہے۔

منم عثمان ہرونی کہ یار شیخ منصورم

ملک محمد نواز ایس پی موجودہ سرگودھا بیان کرتے تھے کہ جب میں تھانیدار تھا۔ کہ ایک دفعہ لائلپور جا رہا تھا تو بس سے شرق پور اتر پڑا۔ دربار اعلیٰ میاں صاحب شیر ربانی پر حاضری دی اور عرض کیا۔ اس کے بعد تفتیش کیلئے لائلپور روانہ ہو گیا۔ چند روز کے بعد کرمانوالے رح میں حاضر ہوا تو سرکار حضرت صاحب نے مخاطب کر کے فرمایا۔ ملک صاحب میاں صاحب کے دربار میں شکایت کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ حضرت صاحب ہر حالت میں غلام (مرید) کے حالات سے مطلع رہتے ہیں۔ کہاں شرق پور شریف اور کہاں حضرت کرمانوالے رح شریف۔ یہ کرامات تھی حضرت سرکار کرمانوالے رح کی۔

محمد سعید احمد نقشبندی خطیب مسجد حضور داتا صاحب رح لاہور بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۶۰ء میں ایک شرعی مسئلہ سمجھنے اور زیارت

(کرمانوالے حضرت قبلہ ؒ سید محمد اسماعیل شاہ رح کی ایک کرامت۔ ناچیز)

کے لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ سردی کا موسم تھا۔ آپ اس وقت اپنی حویلی کی چار دیواری کے اندر شمال مغربی کونے میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ ناچیز قریب پہنچا تو آپ نے از راہِ عنایت و مہربانی اپنے قدم مبارک کے پاس زمین پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ بندہ جب اس قدر نزدیک ہو کر بیٹھ گیا تو آپ نے اپنے پاس رکھی ہوئی کتاب ہاتھ میں پکڑ کر مجھے فرمایا۔ مولوی صاحب! اس کتاب کے فلاں صفحہ کی عبارت پڑھو۔ وہ کتاب فارسی زبان میں تھی۔ جب میں نے اس صفحہ کی عبارت پڑھی تو حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ اس میں اسی مسئلے کی وضاحت تحریر تھی۔ جو میں سمجھنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ مکمل عبارت پڑھ لینے کے بعد آپ نے فرمایا مولوی صاحب! مسئلہ سمجھ آ گیا ؛ میں نے ہاں میں جواب عرض کیا۔ اس کے بعد مختلف علمی مسائل پر قریباً دو گھنٹے تک تفصیلاً گفتگو فرماتے رہے۔

○

بندہ (مولوی مقصود احمد سکنہ باجرہ گڑھی ضلع سیالکوٹ) اپنے گاؤں میں تین میل کے فاصلہ پر گورنمنٹ مڈل سکول رسول پور میں (ہیڈ ماسٹر) ۱۹۳۳ء سے ۱۹۶۷ء تک محض اپنے آقا مولا کی

رحمت سے تعلیم دیتا رہا ہے۔ جماعت ہشتم میرے زیر تعلیم تھی۔ دوران تعلیم اکثر اوقات اولیائے کرام کا ذکر خیر شروع ہو جاتا مگر زیادہ تر اپنے حضرت صاحب کرمانوالہ شریف رح کا ذکر مبارک کیا جاتا۔

ایک سال ایک سید لڑکا محمد یوسف جو جماعت میں شامل تھا، اس نے بتایا کہ میرے تایا جی صاحب حافظ سید باغ علی شاہ سلسلہ قادریہ بہت عالی مرتبت بزرگ ہیں۔ اس کا مسکن موضع ادرا ہے جو شہر سیالکوٹ سے مشرق میں تین میل کے فاصلہ پر نالہ کے ایک شمالی کنارہ پر واقع ہے۔ میں نے جناب سید باغ علی شاہ صاحب کی زیارت نہ کی۔ مگر آپ کی خدمت میں محمد یوسف کے ذریعے علیک سلیک کا سلسلہ شروع کر دیا۔ محمد یوسف نے آپ کو بتا دیا تھا کہ ہمارے ماسٹر منشی مقصود احمد جناب حضرت صاحب کرمانوالہ شریف رح کے مرید ہیں۔ اور کرمانوالہ رح شریف ضلع فیروزپور میں ہیں۔ ایک دن بندہ اپنے کمرہ سکول میں کھڑا کھڑکی سے باہر کی جانب دیکھ رہا تھا کہ جناب باغ علی شاہ صاحب نہایت عمدہ گھوڑی پر سوار سیدھے میری جانب آ رہے تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون بزرگ ہیں تو معلوم ہوا کہ یہی حافظ سید باغ علی شاہ صاحب ہیں۔ چنانچہ جناب میرے کمرے کے قریب

کھڑکی کے سامنے تشریف لے آئے اور مجھ سے استفسار فرمایا کہ
مولوی مقصود صاحب کہاں ہیں ؟ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔
بندہ دوڑتا ہوا کمرے سے باہر آپ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔
اور عرض کیا بندہ حاضر ہے - جناب ابھی تک گھوڑی پر سوار ہی
تھے اسی حالت میں فرمایا کہ مولوی مقصود احمد جی آپ کے پیر و مرشد
جناب حضرت کرمانوالہ شریف بڑی شان کے مالک ہیں - آپ
اتنے ذی شان بزرگ ہستی تک پہنچ گئے ہیں - میں آپ کو
ایسے عالی شان حضرت صاحب کی غلامی کا شرف حاصل کرنے
پر مبارک باد پیش کرتا ہوں - یہ باتیں کرتے ہوئے گھوڑی سے
نیچے اتر آئے پھر میرے پاس بیٹھتے ہوئے فرمایا - کہ بھائی مقصود احمد
میں تو آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں - بندہ نے جواباً عرض
کیا کہ عاجز زیارت کے قابل کب ہوں ؟ میں تو نہایت غافل اور
ساری رات سویا رہتا ہوں - تو سید باغ علی شاہ صاحب نے فرمایا
آپ بے شک سوئے ہوئے ہیں - آپ کے آقا جناب حضرت صاحب
کرمانوالے تو جاگتے ہیں - اور سارے جہان سے زیادہ جاگتے
ہیں - فکر ان کو ہوتا ہے جن کے خصم اور سائیں سوتے ہیں -
جن کے سائیں جاگنے والے ہوں انہیں کیا فکر - پھر فرمانے لگے کہ

مجھے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری مبارک کا اکثر اوقات ہوتی رہتی ہے۔ مگر آج رات کی حضوری مبارک کا رنگ و نشہ کچھ عجیب ہی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورانی تخت پر جلوہ افروز ہیں اور تمام بزرگ سابقہ اور موجودہ اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق صف بصف بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہم سب سے آخری اور پچھلی صف میں ہیں۔ اتنے میں جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا نام پکارا۔ تو حضرت علیؓ سب سے پہلی صف میں کھڑے ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ فلاں علاقہ میں فلاں قتل کا جو واقعہ ہو گزرا ہے اس مقدمہ کا کیا فیصلہ کیا ہے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے آقا و مولا میں نے وہ مکمل مقدمہ حضرت صاحب کرمانوالےؒ کے سپرد کیا ہوا ہے۔ تو میں حضرت کرمانوالہؒ کا نام سن کر چونکا ہو گیا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ بزرگ تو ہمارے ہی ملک اور علاقے کے ہیں۔ اور اتنے اعلےٰ شان کے مالک ہیں کہ حضرت علیؑ کی ذات پاک نے جناب کے سپرد فیصلہ کے لیے قتل کے مقدمات دیئے ہیں۔ اور تو نے (سید باغ علی شاہ نے) تاحال آپ کی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ اچھا اب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا نام لے کر کھڑا فرماتے ہیں تو زیارت کر لوں گا۔ اور جب صبح ہوئی تو بذریعہ گاڑی کرمانوالہ شریف ضلع فیروزپور میں جا کر شرف ملاقات حاصل کروں گا۔

میں یہ باتیں اپنے دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے پر آپ کے حضرت صاحب اسی پہلی صف میں کھڑے ہو گئے جس صف میں جناب حضرت علیؓ تشریف فرما تھے۔ جناب نے کاغذات کا بلندا اپنی بغل میں لیا ہوا تھا۔

جناب شاہ صاحب کے کھڑا ہونے پر حضور انور سرور کائنات نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جناب شاہ صاحب آپ کے سپرد جو قتل کا مقدمہ حضرت علیؓ نے کیا ہوا ہے اس کے متعلق کیا عمل کیا ہوا ہے؟ تو جناب شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں نے وہ مثل مکمل کر لی ہے۔ اب صرف فیصلہ سنانا باقی ہے۔ تو جناب نے (آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) خوش ہو کر خندہ پیشانی سے فرمایا شاباش باشاباش تشریف رکھیے۔

تو بھائی مقصود احمد اس وقت میرا دل چاہتا تھا کہ میں آگے جا کر آپ کے حضرت صاحب کے نورانی چہرہ اور مبارک ہاتھوں

کو چوم لوں۔ مگر یہ کام میری طاقت سے باہر تھا۔ کیونکہ جناب حضرت صاحب کے مقابلہ میں میرا مقام بہت پیچھے تھا۔ اور پہلے خیال ہوا تھا کہ بنفس نفیس بمقام کرموالہ ضلع فیروزپور میں جاکر جناب کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کردوں گا۔ پھر اسی وقت بہت مشکل ہے۔ خیال آیا کہ میں بوڑھا اور کمزور آدمی ہوں کرمانوالہ شریف ضلع فیروزپور میرا حاضر ہونا بہت مشکل ہے۔ مولوی مقصود احمد رسولپور والے جناب حضرت کے مرید ہیں۔ انہوں نے جناب حضرت سے مصافحہ بھی کیا ہے اور زیارت بھی کی ہے۔ میں مقصود احمد کی زیارت اور ان کے ہاتھ کا مصافحہ کر آتا ہوں تو انشاء اللہ مجھے بھی قبلہ حضرت صاحب کا فیض حاصل ہو جائے گا۔

تو بھائی مقصود احمد! میں تو درحقیقت آپ کی معرفت حضرت صاحب کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

سبحان اللہ! اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جناب سید باغ علی شاہ انتقال فرما گئے۔

⁂

بندہ نے یہ مبارک قصّہ کسی پر ظاہر نہ کیا۔ چند سال بعد اسلامی

ملک پاکستان معرض وجود میں آیا تو جناب حضرت صاحب ضلع فیروزپور سے ہجرت کر کے موجودہ مقام حضرت کرمانوالہ شریف متصل اوکاڑہ تشریف لے آئے تو ایک دن یہ عاجز اکیلا ہی جناب کے پاس حاضر تھا اور جناب عینک لگا کر ایک بزرگ کا قصہ بالکل اسی قسم کا بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ جس کے سننے سے مجھے یہ مبارک واقعہ یاد آگیا۔

مَیں نے جرأت کر کے عرض کیا کہ جناب حضرت صاحب جی مجھے بھی اسی قسم کا ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ حضور انور نے فوراً کتاب بند کر دی اور سننے کے لیے متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے یہ تمام واقعہ مفصل طور پر سنا دیا۔ تو جناب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ تمام حالات مجھے لکھ کر دے دینا۔ سبحان اللہ!

؎ خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

○

ہمارے گاؤں باجڑہ گڑھی سے سات میل مغربی جانب موضع سیداں والی شریف میں ایک مجذوب بزرگ سید باغ علی شاہ صاحب

موجود تھے۔ سال ۳۷-۱۹۳۶ء کا ذکر ہے کہ ایک روز میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج جناب پیر کاکا شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے حضرت صاحب سرکار کرمانوالہ شریف کی شان مبارک کا درجہ معلوم کرنا چاہیئے۔ اور اسی خیال میں میں بذریعہ سائیکل جناب شاہ صاحب ممدوح کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔ جناب اپنے گاؤں سے باہر ایک صاف میدان میں کھڑے تھے اور بے شمار مرد اور عورتیں اپنے اپنے مقاصد دل میں لیے آپ کے ارد گرد جمع تھے۔ میں بھی ان لوگوں میں جا شامل ہوا۔

جناب شاہ صاحب نے میری طرف دیکھتے ہی فرمایا۔ میں نے پیشاب کرنا ہے سب یہیں ٹھہرو اور تھوڑے فاصلہ پر جا کر پیشاب کرنے بیٹھ گئے اور اسی جگہ بیٹھے بیٹھے قریباً بیس منٹ لگا دیئے تو یہ عاجز لوگوں سے علیحدہ ہو کر آپ کی جانب چلا گیا۔ جناب فوراً اٹھ بیٹھے اور بلند آواز سے فرمایا۔ جناب پیر صاحب حضرت صاحب کا شان بہت بلند ہے۔ جناب کے شان مبارک کی کوئی حد ہی نہیں۔ بے شمار ہے۔ بے شمار ہے۔ بندہ نے آگے بڑھ کر جناب کا ہاتھ مبارک پکڑ کر چوم لیا تو جناب ممدوح جلدی سے ہاتھ چھوڑا کر ہنستے ہوئے بھاگ گئے۔ جناب سید کاکا شاہ صاحب زبردست

صاحب کشف و کرامات مجذوب بزرگ تھے ۔ موسم سرما ہو یا گرما صرف تہمد باندھے ہمیشہ برہنہ جسم رہتے تھے۔ مخلوق خدا کے لیے چشم فیض تھے ۔ پاکستان قائم ہونے سے چند سال پہلے رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا علیہ راجعون ۔

پاکستان قائم ہونے سے چند سال پہلے کا ذکر ہے کہ بندہ اپنے سکول رسولپور سے رخصت کر کے واپس اپنے گاؤں باجڑہ گڑھی کی طرف پیدل آ رہا تھا کہ ایک اجنبی مسافر بھی میرے ساتھ ہو لیا ۔ بزرگان دین کا ذکر شروع ہو گیا تو اس اجنبی شخص نے کہا کہ ادھر راولپنڈی کی جانب پہاڑ پر ایک بزرگ مقیم ہیں ۔ ان کی یہ کرامت اور شان ہے کہ جو شخص آپ کا مرید بنتا ہے وہ آپ کی نظر کرم سے چند سال میں ہی بہت مالدار اور دولتمند بن جاتا ہے ۔ اس بات سے فوراً ہی میرے دل میں خیال آیا کہ ہمارے حضرت صاحب سرکار کرمانوالے شریف تو اپنے غلاموں کے دل کو غناء کی دولت عطا کر دیتے ہیں۔ دنیاوی ظاہری مال و دولت سے بالکل بے نیاز فرما دیتے ہیں ۔ یہ خیال دل میں لانے کے بعد میں نے مذکورہ مسافر ساتھی سے کہا کہ اسی قسم کے کسی دیگر بزرگ کی بھی کوئی

کرامت سنا دیئے تو اس نے کہا کہ ایک اور بہت بڑے بزرگ ہیں جو اپنے ملنے والوں کو غنی کر دیتے ہیں اس لیئے حضور کے غلاموں کو دولت کی قطعاً کوئی حرص ہی نہیں رہتی۔ یہ بات سن کر بندہ نے عرض کیا کہ ان دوسرے بزرگوں کی شان پہلے بزرگ سے بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ بزرگوں کا فرمان ہے کہ ؎

توانگری بدل است نہ بحال
بزرگی بعقل است نہ بسال

ترجمہ :۔ زیادہ مال و دولت ملنے سے انسان مالدار نہیں کہلا سکتا بلکہ جس کا دل غنی ہو اور راہِ خدا میں خرچ کرنے میں دلیر ہو وہ دولتمند اور مالدار ہوتا ہے۔

اسی طرح زیادہ عمر ہونے پر بزرگی نہیں ملتی بلکہ علم و عقل ملنے پر بزرگی ملتی ہے۔ میری یہ بات کرنے پر اس شخص نے اقرار کیا کہ واقعی یہ بزرگ پہلے بزرگ سے بہت ہی بلند مرتبہ اور اعلےٰ شان کے مالک ہیں۔ اب مَیں نے کہا کہ یہ دوسرے بزرگ جن کا شان مبارک اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہاں رہتے ہیں تو اس دوست نے ضلع فیروزپور کی طرف ہاتھ سے اشارہ

کر کے کہا کہ اس طرف ضلع فیروز پور میں ایک مبارک گاؤں کرمانوالہ ؒ شریف ہے۔ وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ تو بندہ نے کرمانوالہ شریف کا نام مبارک سن کر بے اختیار نعرہ لگا دیا۔ اور اس دوست کے ہاتھ پکڑ کر چوم لیے اور عرض کر دیا کہ یہ عاجز اس کرمانوالی ؒ سرکار کا غلام ہے۔ واقعی حضور انور کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ ان کے قلوب میں غناء پیدا کر دیا ہے۔ فکر و اندیشہ کا نام تک نہیں رہتا۔ ہمیشہ قبلہ ام حضرت صاحب ؒ کے تصوّر میں خوش و خرم اور متوکّل رہتے ہیں۔

اس عاجز مقصود احمد کی تنخواہ ۳۵ روپے ماہوار تھی اور ملازم ہونے کے کئی سال بعد تک اتنی ہی رہی۔ کوئی ترقی نہ ہوئی مگر حضور انور کی رحمت سے اتنی قلیل تنخواہ میں اتنی برکت ہوئی کہ بندہ نے اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو بی اے اور ایم اے تک تعلیم دلائی اور مکان کی پرانی عمارت گرا کر نئی پختہ عمارت بنا لی۔ پھر ایک دفعہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں عرض کرنی چاہیئے کہ میری تنخواہ بھی بڑھائی جائے۔ تو سوال کرنے سے پہلے ہی آپ نے پوچھا،

مقصود احمد تمہاری تنخواہ کیا ہے؟ بندہ نے ابھی جواب نہ دیا کہ خود ہی فرما دیا کہ جاؤ کیا بتانی ہے گھاٹا نہیں پڑے گا۔

سبحان اللہ! ؎ گفتہ او گفتہ اللہ بود

حضور انور کے اس ارشاد مبارک کے بعد فوراً ہی تنخواہ بڑھنی شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ ریٹائر ہونے کے وقت ۳۲۵ روپے مل رہی تھی۔ پھر تمام بچوں کی شادیوں پر ہزاروں روپے خرچ کیے۔ بندہ کو قطعاً کوئی علم نہیں کہ کہاں سے آئے اور کیسے خرچ ہوئے؟

بندہ ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول میں ملازم تھا۔ جون ۱۹۶۲ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ سے منتقل ہو کر تمام مدارس گورنمنٹ سروس میں شامل ہو گئے۔ بندہ سال ۱۹۶۸ء میں ریٹائر ہونے والا تھا۔ اس لیے عرصہ چھ سال گورنمنٹ سروس پر پنشن نہیں مل سکتی تھی۔ چنانچہ بندہ نے ریٹائر ہونے سے پہلے قریباً سال ۱۹۶۷ء میں خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور تمام سرکاری ملازمین کی پنشن لگتی ہے مگر ہماری پنشن نہیں ہے تو حضور انور نے فوراً ہی مسکراتے ہوئے فرمایا! منشی جی! فکر نہ کرو۔ تمہاری پنشن بھی اللہ کریم لگا دیں گے۔

چنانچہ سال ۱۹۶۸ء میں ریٹائر ہونے کے بعد اس عاجز نے ضلع سیالکوٹ کے ریٹائرڈ مدرسین کو خطوط بھیج کر اپنے پاس بلا کر ایک تنظیم قائم کر دی۔ اس اطلاع پر پنجاب کے تمام اضلاع میں ریٹائرڈ مدرسین کی ایک متحدہ یونین بن گئی۔ بس پھر کیا تھا ایک دو جلوس نکالنے پر اللہ کریم نے کامیابی عطا کر دی۔ اور حضور انور کے ارشاد مبارک کے مطابق آغاز ملازمت سے سب کی پنشن منظور ہو گئی۔

⊙

سائیں نور محمد صاحبؒ نے کئی سال لاہور بھاٹی دروازہ کے باہر قریب ہی ایک کھلی جگہ میں اپنی رہائش رکھی ہے اور سال ۱۹۷۳ء میں انتقال ہونے کے بعد اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا اور تعظیماً قبر کے ساتھ ہی عقیدت رکھنے والے دوستوں نے مسجد تعمیر کر دی ہے۔ سائیں صاحب مرحوم نے بتایا کہ ایک دن میں حضور انور کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ نور محمد بیلیا تو بھی بہت سمجھ دار اور عقل و علم رکھتا ہے تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے میاں صاحب حضرت شیر محمد صاحب شرقپور شریف والے اپنے زمانے میں تمام

روئے زمین میں اولیاء کرام کے زمرہ میں قطب المدار یعنی قطب الاقطاب و غوث الاغیاث کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ سائیں نور محمد بیلیا اب بتاؤ کہ حضرت میاں صاحب کے بعد کس خوش قسمت بزرگ کو یہ اعلیٰ درجہ عطا کیا گیا ہے۔ سائیں صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور میں اپنی عقل و ہوش کو قائم رکھتے ہوئے عین الیقین اور حق الیقین سے کہتا ہوں کہ اب اس اعلیٰ عہدہ کے مالک حضور انور ہیں۔ میری اس گزارش کو سن کر حضور انور قریباً دس منٹ تک بالکل محویت کی حالت میں خاموش بیٹھے رہے پھر میں نے عرض کیا کہ حضور میرے سمجھنے اور دیکھنے اور بیان کرنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہے تو حضور انور نے فوراً فرمایا نہیں کوئی غلطی نہیں ہے۔ تو نے بالکل درست اور ٹھیک کہا ہے۔

○

حضور انور کے وصال پانے سے دو تین سال پہلے کا ذکر ہے کہ بندہ کا بیٹا مختار احمد بی ایس سی کے امتحان میں انگلش کے پرچہ میں دو دفعہ امتحان دینے پر بھی کامیاب نہ ہوا۔ اور ایسا مایوس ہوا کہ آئندہ امتحان دینے کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔ بندہ قبلہ امام حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور انور نے خود ہی دریافت کر لیا کہ

مختار احمد کا کیا حال رہا ۔ بندہ نے عرض کیا کہ فیل ہو گیا ہے تو حضور انور نے فوراً فرمایا کہ اچھا اب امتحان دے اللہ کریم کامیاب کر دیں گے ۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے تو کتب ہی ادھر ادھر پھینک دی ہیں ۔ حضور انور نے فرمایا اسے کہو زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ۔ کبھی کبھار کوئی کتاب دیکھ لیا کرے ناامید ہونا گناہ ہے ۔

بندہ نے گاؤں پہنچ کر اسے قبلہ ام حضرت صاحبؒ کا ارشاد مبارک سنا دیا تو اس نے بھی خوش ہو کر داخلہ بھیج دیا ۔ بالآخر امتحان دیدیا ۔ نتیجہ دیکھنے بندہ خود شہر سیالکوٹ گیا ۔ اخبار دیکھی تو حضور انور کی رحمت سے کامیاب نکلا ۔ خوشی میں آ کر خیال کیا کہ چلو آج باباجی لوہار صاحب کی زیارت کریں ۔

باباجی لوہار شہر سیالکوٹ میں قادری سلسلہ کے زبردست کشف و کرامت والے بزرگ تھے ۔ کچھ دیر کے بعد خیال آیا کہ ہمارے حضرت صاحب سرکار کرمانوالےؒ ہر وقت ہمارے ساتھ ہی ہیں ۔ اس لیے آپ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانے کی کیا ضرورت ہے ؟ پھر معاً یہ خیال آیا کہ یہ باباجی لوہار کوئی غیر نہیں ۔ یہ بھی ہمارے پیر بھائی ہیں ۔ کیونکہ ہمارے حضرت کرمانوالیؒ سرکار غوث الاغیاث اور قطب الاقطاب کے اعلےٰ وافضل درجہ کے مالک ہیں ۔ آپ

چشمۂ فیض ہیں۔

اور جناب کی طرف سے ہی رحمت کا پانی میری طرف اور باباجی لوہار کی طرف اور تمام جہان کی طرف آرہا ہے۔ یہ خیال کرکے بندہ بزرگ مذکور کی طرف چل پڑا۔ جونہی باباجی لوہار کی بیٹھک یعنی دکان کے قریب پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی بلند آواز سے فرمایا۔ مولوی جی! آجاؤ۔ حضرت صاحب کرمانوالیؒ سرکار بہت بڑی سرکار ہے۔ وہاں سے ہی رحمت کا پانی میری طرف اور آپ کی طرف اور تمام جہان کی طرف آرہا ہے۔ بندہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور ہاتھ مبارک چوم لیئے۔ سبحان اللہ

؎ خوش تر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اس سے قبل بھی گاہ بگاہ بندہ حضرت باباجی لوہار سے شرف ملاقات رکھتا تھا۔ مگر کبھی بھی باباجی نے حضرت صاحب کا ذکر مبارک نہیں کیا تھا۔ مگر اس دن کے بعد جب کبھی ملتا تو پہلی بات یہ کرتے کہ سرکاراں کے پاس کب گئے تھے؟ سرکار کے پاس جلدی جلدی حاضری دیا کرو کیونکہ سرکار پر اب مرض غالب ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند ماہ کے بعد حضور انور رحلت فرما گئے۔

پاکستان قائم ہوئے ابھی دو تین سال ہی گزرے تھے کہ اس عاجز کی والدہ صاحبہ انتقال کر گئیں۔ ان کے انتقال کے چار پانچ ماہ کے بعد بندہ بعارضہ خون شدید بیمار ہو گیا۔ بہت علاج کیا مگر بے سود۔ آخر اپنے ایک لڑکے منور احمد کو حضور انور کی خدمت اقدس میں دعا کے لیے روانہ کر دیا اور ساتھ ہی دل میں خیال آیا کہ کیا اچھا ہو کہ حضور انور میری والدہ صاحبہ مرحومہ سے متعلق کوئی خوش خبری بھی سنا دیں جس سے دل کو فرحت اور اطمینان حاصل ہو۔ عزیزم منور احمد جب واپس آیا تو اس نے بیان کیا کہ جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دیگر بہت سے لوگ بطور سائل وہاں موجود تھے۔ میں بھی خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گیا۔ حضور انور ہر آدمی سے دریافت فرماتے کہ کہاں سے آئے ہو کیا کام ہے؟ اس طرح دریافت کرتے کرتے میری طرف دیکھا تو دوسرے لوگوں کی طرح یہ نہیں کہا کہ کہاں سے آئے ہو کیا کام ہے؟ بلا تاخیر فرمایا! بیٹا تمہاری دادی صاحبہ فوت ہو گئی ہیں۔ میں نے عرض کیا جناب ٹھیک ہے۔ اس کے بعد جناب نے والدہ صاحبہ مرحومہ کی زندگی کا سارا نقشہ

کھینچ کر رکھ دیا اور فرمایا ۔ بیٹا تمہاری دادی صاحبہ بہت بزرگ اور عالم تھیں ۔ سارا دن تخت پوش پر بیٹھے قرآن شریف اور دیگر اسلامی کتب ہی پڑھتی رہتی تھیں ۔ جو کوئی عزیز رشتہ دار گھر میں آتا اسے ہی پاس بٹھلا کر مسائل سنانے شروع کر دیتی تھیں ۔

(بندہ کی والدہ صاحبہ کی قادری سلسلہ میں بیعت تھی ۔ قریباً سو سال کی عمر میں انتقال کیا ۔ واقعی بڑے عالم تھیں ۔ آپ کی نظر آخر عمر تک بالکل صحیح رہی اس لیے قرآن کریم اور کتب پڑھتی رہتی تھیں)

پھر فرمایا کہ مائی صاحبہ کی اپنی کمائی بھی بہت تھی لیکن اگر کسی کی اولاد نیک ہو تو اولاد کی طرف سے والدین کو بہت ہی فائدہ پہنچتا ہے ۔ چنانچہ ہمارے بیلی مقصود احمد کی وجہ سے مائی صاحبہ پر جو برکات اور انعامات و اعزازات عطا ہوئے ہیں وہ بید و بے شمار ہیں ۔ ان ارشادات کے بعد فرمایا کہ بیٹا تیرا ابا بیمار ہے میں نے عرض کیا جی ہاں ! فرمایا کوئی فکر نہیں ۔ اللہ کریم رحم کر دیں گے ...... الخ

حضرت صاحب کے یہ ارشادات سن کر مجھے دلی سکون حاصل

ہوا اور پھر ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی ڈاکٹری علاج کرانے پر بیماری سے شفاء کُلی حاصل ہوئی۔

(نوٹ: اس مذکورہ حکایت سے ثابت ہوا کہ مرشدِ کامل اپنے عقیدت مندوں کے والدین پر بھی بہت نظرِ کرم فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ!

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

پاکستان قائم ہونے کے بعد کا ذکر ہے کہ شہر سیالکوٹ میں ایک جن ایک آدمی میں داخل ہو کر بازار میں بیٹھ گیا اور اعلان کر دیا کہ میں نے اس آدمی کے والد صاحب سے دینی علم حاصل کیا ہے اس لیے میں اس کی خدمت کرنے کی غرض سے اس میں داخل ہوا ہوں۔ جس کسی کو کوئی تکلیف ہو میرے پاس آجائے۔ چنانچہ لوگ بکثرت اس کے پاس آنے شروع ہو گئے۔ وہ ہر ایک سے حسبِ طاقت کچھ نہ کچھ نذرانہ لیکر رکھتا جاتا اور کسی کو تعویز، کسی کو دم، کسی کو کوئی نسخہ وغیرہ بتلا دیتا۔ صبح سے دوپہر تک یہ کام کرتا اور پھر نکل جاتا۔ اور جمع کردہ تمام مال اس آدمی کو دے دیتا۔

ایک دن کچھ آدمی اپنی مشکل حل کرانے کے لیے اس کی خدمت

میں آئے تو ان کی بات سن کر کہا کہ یہ کام میری طاقت سے باہر ہے تم کسی بزرگ کی خدمت میں جاؤ۔ تو انہوں نے کہا آپ ہی کسی بزرگ کا پتہ دے دیں۔ کہنے لگا اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو پھر حضرت صاحب کرمانوالہؒ شریف کے پاس حاضر ہو جاؤ۔

انہوں نے کہا کہ آپ انہیں کیسے جانتے ہیں؟ کہنے لگا کہ میں تبت اور چین کا رہنے والا ہوں۔ چند سال کا ذکر ہے کہ ہمارا بادشاہ جنات کا لشکر ہمراہ لے کر تبت سے کراچی کی طرف جا رہا تھا۔ اور یہ لشکر راستہ میں آندھی کی شکل میں شدید تباہی کرتا آتا تھا۔ جب ہمارا یہ لشکر اوکاڑہ سے ابھی چند میل کے فاصلے پر تھا کہ حضرت صاحب کرمانوالےؒ وہاں پہنچ گئے اور ہمارے بادشاہ کو پکڑ کر لے آئے۔ اور اپنی کوٹھی مبارک میں قید کر دیا۔

ہمارے بادشاہ کا قید ہونا تھا کہ ہماری ساری طاقت ختم ہو گئی۔ آخر ہم سب مل کر کئی دن تک حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ اور اپنے بادشاہ کی رہائی کے لیے التجا کرتے رہے

آخر کار حضور انور نے مہربانی فرما کر اسے چھوڑ دیا اور سخت ہدایت کی کہ آئندہ مخلوق کا نقصان نہ کرنا۔

پھر ہمارا بادشاہ اور دیگر بہت جنّات دوست حضور انور کی غلامی میں داخل ہو گئے۔ تو اس طرح مجھے معلوم ہے کہ موجودہ وقت میں دنیا میں حضرت صاحب کرمانوالہ شریف کے درجہ کا کوئی بزرگ نہیں۔

سُبحانَ اللہ وَالحَمدُ لِلّٰہ

کرمانوالے دی کرم نوازی دا نہ کوئی حد بنہ تے شمار نہیں
میں بھی ساری دنیا بھالی اے ایڈی ہور وڈی سرکار نہیں

اک اک لوں مُڈھ لکھ لکھ چشماں
اک کھولاں تے اک کجّاں ہُو
اتنا ڈِٹھیا مینوں صبر نہ آوے !
ہور میں کس ول بھجّاں ہُو
اک دیدار مرشد دا باہُو !
مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ہُو

ایک صاحب میاں بہادر علی ساکن کاہنہ ضلع لاہور زیارت اور عمرہ کے بعد واپس ہوئے تو بتایا کہ یکم مارچ ۱۹۶۶ء بروز ہفتہ (حضرت قبلہؒ کے وصال کے دو روز بعد) وہ مدینہ منورہ میں تھے کہ ڈاکٹر اظہر مقیم جدہ جو اُن دنوں مدینہ منورہ میں تھے، بتایا کہ پرسوں جمعرات کے روز جنت البقیع میں انہوں نے حضرت قبلہؒ کو وہاں کھڑے دیکھا۔ آپ نیازمندانہ حضرت کی طرف بڑھے۔ حضرت قبلہؒ نے ہلکے تبسم سے فرمایا "ڈاکٹر صاحب آپ کو بھی میرے آنے کی خبر ہو گئی ہے" اس وقت تک نہ تو ڈاکٹر صاحب کو ہی حضرت کے وصال کا علم تھا اور نہ ہی میاں بہادر علی جانتے تھے۔ ان دونوں کو یہ خبر کئی روز بعد ملی۔

خواجہ منظور احمد بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ کی خدمت اقدس میں کرمونوالہ (ضلع فیروزپور) حاضرِ خدمت ہوئے۔ واپسی کے لئے ان کے پاس کوئی پیسہ نہ تھا خیال ہوا کہ حضرت قبلہؒ سے دس روپیہ قرض لے لیں۔ دو تین مرتبہ ارادہ کیا۔ لیکن مانگنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دریں اثنا ایک اور آدمی حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ فیروزپور چھاؤنی اسٹیشن پر کسی نے اس کی جیب کاٹ لی ہے اور مدد کا خواہاں ہوا تاکہ گھر تک پہنچ سکے۔ حضرت قبلہؒ نے خواجہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا "بالو جی آپ پہلے اسے فیروزپور لے جائیں، وہاں سے ٹکٹ لے دیں پھر آپ بھی گھر چلے جائیں" خواجہ صاحب تو خود ادھار مانگنے کی فکر میں تھے۔ یہ سن کر قدرے گھبرائے مگر تعمیل حکم میں

اٹھے اور اس شخص کے ہمراہ فیروز پور چھاؤنی پہنچے خیال تھا کہ بڑے بھائی جو ریلوے ملازم تھے ان سے کچھ روپے لے لوں گا۔ مگر جونہی اسٹیشن میں داخل ہوئے ایک دس کا نوٹ فرش پر پڑا ہوا ملا۔ ادھر ادھر دیکھا کہ جس کسی کا ہو اسے لوٹا دیا جائے لیکن جب کوئی نظر نہ آیا تو تائیدِ ایزدی سمجھ کر اٹھا لیا۔ مسافر کا ٹکٹ بھی خریدا اسے کچھ پیسے بھی دیئے اور اپنے لئے بھی ٹکٹ خرید کر گھر چلے آئے اور حضرت قبلہؒ کے ارشاد کی اہمیت سمجھ میں آئی۔

جب حضرت قبلہؒ کی قیام گاہ پر نیا نیا ریلوے اسٹیشن قائم ہوا تو آپ نہ صرف لوگوں کو ریل سے آنے جانے کی تاکید فرماتے بلکہ خود بھی ایک عرصہ تک روزانہ قیام گاہ سے موضع دھنی والا تک ایک گاڑی سے آتے اور دوسری سے واپس تشریف لے آتے ایک روز دھنی والا کی بجائے پتو کی تک سفر کیا، وہاں اس روز کسی سبب سے سکول کے لڑکوں نے ہڑتال کی ہوئی تھی۔ چند ہڑتالی طلباء ریلوے اسٹیشن کی حدود میں داخل ہو کر مسافروں کو پریشان کر رہے تھے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

"یہ لاقانونیت اچھی نہیں ہے۔ سکول کے ان لڑکوں کو اپنی تعلیم اور کام کاج کی طرف توجہ دینی چاہیے"

جتنی دیر گاڑی وہاں کھڑی رہی کہ یہی کلمات زبانِ مبارک سے جاری رہے۔

ایک صاحب ایک مرتبہ خدمتِ عالیہ میں حاضر تھے ۔ حضرت

قبلہؒ نے ازراہِ شفقت مجھے خربوزہ چیر کر دیا اور فرمایا کہ یہ حاضرین میں بانٹ دیا جائے۔ جب بانٹنے لگے تو دس پھانکیں تھیں بانٹ چکے تو پانچ باقی تھیں ارشاد فرمایا۔ مولوی ایک چکر اور لگا دو۔ اب بھی پانچ ہی باقی تھیں انہوں نے خیال کیا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر اس میں سے دو پھانکیں مجھے عنایت ہوں۔ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا۔ مولوی جی دو تو تم لے لو باقی ساتھ والے بابو کو دے دو۔"

یہی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں آپ کے روبرو گردن جھکائے بیٹھا تھا، دل میں سوچا کہ اگر حضرت قبلہؒ اپنا بچا ہوا پانی پینے کے لئے عطا کریں تو کیسا ہو۔ حضرت قبلہؒ نے خادم سے پانی لیا اور نوش فرما کر اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ "یہ پانی اس مولوی کو دے دو۔" انہوں نے مزے لے لے کر پیا۔

حضرت قبلہؒ کے خاص خدام میں سے ایک بابا بھنڈا ہیں۔ جنہیں ایک بار پانچ روپے کا نوٹ حضرت کرمانوالہؒ ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر گرا ہوا ملا۔ کچھ دن بعد حضرت قبلہؒ کو بابا بھنڈا نے یہ بات سنائی تو حضرت قبلہؒ نے گری پڑی چیزیں اٹھانے سے منع فرمایا کہ جس کسی کے پیسے یا کوئی چیز گر جائے اگر وہ یاد آنے پر واپس پہنچ جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی چیز اٹھا لے۔ پھر حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

"خصوصاً پیسے کے معاملے میں انسان کو بہت محتاط رہنا چاہیئے کیونکہ اس کا بڑا سخت حساب ہو گا۔"

ایک دفعہ مولانا محمد عمر صاحب اچھڑوی اپنے ہاں کوئی جلسہ کر رہے تھے اور اس میں شمولیت کے لئے انہوں نے صاحبزادہ پیر عثمان علی شاہ صاحب مدظلہ عالی کو بھی مدعو کیا۔ اسی دن اتوار کے روز جب مولوی امین سٹریچوری مرحوم معمول کے مطابق حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سرکارؒ نے ارشاد فرمایا "پیر جی (صاحب زادہ صاحب) لاہور گئے ہیں آپ کو ملے ہیں" جی نہیں چونکہ ادھر جلدی چلا آیا ہوں۔ اس لئے واپسی میں ان سے ملاقات کروں گا" حاضرین میں صاحبزادہ صاحب کا جلسہ میں شرکت کا ذکر ہوا تو مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا :-

"اُنسے (صاحبزادہ صاحب سے) کہہ دیجئے ہمیں کوئی اور ممبری لے کر کیا کرنی ہے۔ ہمیں جو ممبری حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے عطا کی وہی ہمارے لئے کافی ہے"

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت قبلہؒ مروجہ جماعتوں میں شمولیت کو ناپسند فرماتے تھے

"ہم میں قوت عمل جاتی رہی ہے۔ محض باتیں ہی باتیں رہ گئی ہیں۔ اس لئے باتیں کامیابی کے حصول میں دشواری پیش آتی ہے"

حضرت قبلہؒ ہمیشہ عمل پر زور دیتے کیونکہ خود بھی عالم باعمل تھے محمد اکرم صاحب سپر وائزر جنگلات چیچہ وطنی اپنے کالج کے زمانے کا

واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ والدین سے ملنے گاؤں میں آیا، وہاں اکثر لوگ حضرت قبلہؒ کے معتقد ہیں۔ چند آدمی ایک جگہ بیٹھے آپ کے کشف کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ میں چونکہ پڑھا لکھا تھا۔ ان لوگوں سے کہا، بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی بلا کہے سنے دوسرے کے دل کی باتوں سے واقف ہو جائے۔ اکرم صاحب رقم کرتے ہیں کہ اسی روز رات کو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ ان کی طرف بڑھا اور چند قدم چل کر رک گیا۔ میری نظر احاطۂ مکان میں کھڑے درختوں پر پڑی اور میں سوچنے لگا کہ یہ درخت فلاں ملک میں ہوتا ہے۔ اور فلاں درخت فلاں ملک میں۔ یہ سوچتا ہوا ان بزرگ کے قریب پہنچا۔ انہوں نے مخاطب ہو کر فرمایا "بھئی کیسے آئے ہو؟" بولا، زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں فرمایا "بیٹھ جاؤ" فرمایا "دیکھو برخوردار! فلاں درخت فلاں ملک میں ہوتا ہے۔ اور فلاں فلاں جگہ"۔ میری آنکھ کھل گئی۔ اس آگاہی پر دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہا تھا۔ چند یوم کے بعد حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے آپؒ کی زیارت نہیں کی تھی۔ خواب میں ملاقات فرمانے والے بزرگ حضرت قبلہؒ ہی تھے۔ اس روز سے میرے دل میں حضرت قبلہؒ کی بڑی وقعت ہے۔

ایک روز ایک صاحب دعا کرانے حاضر ہوئے، درخواست کی حضرت قبلہؒ نے فرمایا اللہ تعالےٰ سے مانگنے کا بھی ایک خاص طریقہ ہوتا ہے جو ہم

کو نہیں آتا، تو پھر کیا کریں، خیر مانگنا ہی جو ہوا، پھر یوں دعا فرمائی :-

" اے باری تعالیٰ ہمیں تجھ سے مانگنے کا طریقہ نہیں آتا تو اپنے فضل و کرم اور مہربانی سے ہر مسلمان مرد عورت کی جائز ضروریات اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے پوری کر دے۔ جو کچھ دینا ہے تو نے اپنی مہربانی اور کرم سے دینا ہے۔ ورنہ ہم تو کچھ بھی نہیں "۔

غضنفر علی خاں پلیڈر تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بابا فریدالدینؒ گنج شکر کے عرس کے موقع پر حضرت قبلہؒ مسجد عید گاہ (پاک پتن شریف) میں کافی دن قیام فرمایا کیونکہ عرس کے موقع پر حضرت قبلہؒ پاک پتن شریف تشریف لے گئے تو مسجد کی توسیع کا کام شروع کرا دیا۔ میں بھی وہاں حاضر ہوا۔ ایک روز مسجد میں اذان ہو رہی تھی تو میں نے دور سے یہ دیکھنے کی جسارت کی کہ کیا حضرت قبلہؒ بھی اذان کے دوران انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں یا نہیں۔ مگر حضرت قبلہؒ نے بظاہر ایسا نہیں کیا۔ بات وہاں پر ختم ہو گئی اور وقت گزر گیا، وہ رات بھی گئی۔ دوسرے روز صبح نو دس بجے کے قریب چند لوگ حاضر خدمت تھے۔ حضرت قبلہؒ از خود فرمانے لگے " ایک مرتبہ ہم شرق پور شریف میں حاضر تھے تو ہمارے دل میں خیال گزرا کہ اذان کے دوران جو انگوٹھے چوم کر ہم آنکھوں پر لگاتے ہیں کہیں یہ ناجائز نہ ہو کیونکہ اگر جائز ہوتا تو حضرت میاں صاحبؒ قبلہؒ بھی ضرور

ایسا کرتے ۔ مگر انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا ۔ چنانچہ اس سے اگلے وقت کی جب اذان ہوئی تو حضرت میاں صاحبؒ قبلہ نے بھی انگھوٹھے چومے اور پھر آنکھوں سے لگائے اور اس طریقہ سے ہمیں سمجھا گئے کہ بات جائز ہے ناجائز نہیں ۔

غضنفر علی خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں پہلی بار شرف باریابی کے لئے حاضر ہوا۔ تو رات راستے میں لاہور میں ٹھہرنا پڑا۔ یہاں ایک اور بھائی صاحب میرے میزبان تھے ۔ جنہوں نے ایک دوسرے ہم خیال مہمان کے ساتھ مل کر بیعت کے خلاف لیکچر دینا شروع کیا اور نہ معلوم کتنی دیر تک اس موضوع پر لیکچر دیتے رہے ۔ جب میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا :

" توحید کیا ہوتی ہے ؟ "

میں خاموش رہا ۔ پھر فرمایا

" بابو جی توحید اندھوں کا ہاتھی ہے اندھوں کا
دجو جس قدر سمجھ رکھتا ہے اسے حاصل ہوتی ہے ۔ "

صاحب زادہ باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین حضرت کیلیانوالہ تحریر فرماتے ہیں کہ تقریباً دو سال پہلے عاجز نے سید منیر حسین شاہ صاحب سے کہا کہ آپ حضرت کرمانوالہ شریف ایک عریضہ تحریر کریں اس عریضہ

کا جواب حضرت قبلہؒ کی طرف سے نہیں آیا تو اس نے دوبارہ سید منیر حسین شاہ صاحب نے عریضہ تحریر کرنے کو کہا کہ ہو سکتا ہے پہلا عریضہ حضرت قبلہؒ کو ملا ہی نہ ہو۔ اس کا بھی جواب نہ آیا تیسرا عریضہ ارسال خدمت کیا مگر جواب نہیں آیا اور میرا دل بہت گھبرایا کیونکہ والد صاحب (حضرت کیلیانوالہؒ) کے بعد میں حضرت کرمانوالہؒ ہی کو سب کچھ سمجھتا تھا اور ظاہر و باطن میں آپ ہی ذات بابرکات کا سہارا لیتا تھا۔ اس لئے جواب نہ ملنے پر بہت ملول اور افسردہ خاطر تھا۔ دن رات اسی سوچ میں گم رہتا کہ اب کدھر جاؤں ایک روز تو بہت ہی پریشان تھا اسی پریشانی کے عالم میں سو گیا۔ ابھی سویا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے حضرت سرکار کرمانوالہؒ تشریف لا رہے ہیں ان سے تقریباً دس گز سے پرے اباجی (حضرت کیلیانوالہؒ) اور اباجی کے پیچھے حضرت میاںؒ صاحب شرق پوری اور .... میں آپ کا نام نہیں لے سکتا، تشریف لا رہے ہیں اور پھر جو مجھ پر نظر کرم فرمائی وہ کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ دل میں پریشانیوں کی بجائے سکون ہو گیا اور وہ پریشانی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

صبح عاجز نے یہ سارا واقعہ سید منیر حسین شاہ صاحب سے بیان کیا اور سیٹھ محمد شفیع صاحب (جو حضرت کرمانوالہؒ کے خاص معتقول نظر تھے اور اب بھی اسی طرح ہیں)، کو بھی سنایا۔ سیٹھ صاحب نے یہ تمام واقعہ حضرت قبلہؒ سے بیان کیا اور پوچھا کہ چوتھے بزرگ کون تھے۔ آپ نے فرمایا "سیٹھ ایسی باتیں نہیں پوچھنی چاہئیں" کچھ دنوں بعد سیٹھ صاحب نے

پھر عرض کیا "حضور وہ چوتھے بزرگ کون تھے؟ پھر آپ نے بتا دیا۔

مذکورہ بالا واقعہ میں سیٹھ محمد شفیع صاحب کا ذکر آیا تھا اس لئے یہ واقعہ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت قبلہؒ کے ساتھ حضرت کیلیانوالےؒ کے عرس میں شامل ہوئے۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت قبلہؒ نے ان سے ارشاد فرمایا "سیٹھا تجھے اولیاء بنا دیں؟" سیٹھ صاحب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی "حضور مجھے ولایت نہیں چاہیے، مجھے اپنا اور اپنی اولاد کا خدمت گار ہی رہنے دیں"۔ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا "اولیاء اللہ بھی اللہ کی مخلوق کی خدمت ہی کرتے ہیں"۔ جناب امین شرق پوری مرحوم لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہؒ نے کئی بار ان سے ارشاد فرمایا "سیٹھ بہت ہی مخلص آدمی ہے"۔ چنانچہ احباب جانتے ہیں کہ قیام پاکستان سے قبل بھی حضرت قبلہؒ لاہور میں ان کے ہاں قیام فرماتے تھے۔

سیٹھ محمد شفیع صاحب ہی کے متعلق حضورؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "جو ہمارے سیٹھ کی بھی زیارت کرے گا وہ بھی جنتی ہے" (یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اسی کتاب میں پہلے کسی جگہ بیان کیا جا چکا ہے)

سیٹھ شفیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ محمد انور صاحب سینئر ایڈووکیٹ پہلے مشرقی پاکستان میں محکمہ ریلوے میں بطور ڈی۔ ٹی۔ ایس ملازم تھے کسی وجہ سے برطرف کر دیئے گئے۔ وہ سیٹھ محمد شفیع صاحب کے ہمراہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ وہ چونکہ حضرت قبلہؒ کے

خادم ہیں۔ اس لئے لوگ طعنہ دیتے ہیں کہ اتنے بڑے پیر کا مرید ہو کر اس طرح ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا یہ کہتے ہوئے عرض کی کہ وہ دوبارہ اسی ملازمت پر بطور ڈپٹی۔ بی۔ ڈی۔ ایس ملازمت پر بحال ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت قبلہؒ نے جواب دیا۔ "بابو جی! فکر نہ کرو خدا اس سے بھی بڑا افسر بنا دے گا"۔ بٹر صاحب نے عرض کی کہ وہ تو چھانگا مانگا ہی میں ڈپٹی ڈی ایس ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت قبلہؒ نے دوبارہ فرمایا "بابو جی، خدا بڑا افسر بنا دے گا"۔ جب بٹر صاحب نے تیسری مرتبہ عرض کی تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا "یہ میں نہیں کوئی اور کہہ رہا ہے"۔ یہ سن کر بٹر صاحب خاموش ہو گئے۔

انہی دنوں وہ ایک جہاز راں کمپنی میں ملازم ہو گئے۔ جہاں وہ دو تین سال رہے اسی دوران انہوں نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور شیخوپورہ میں وکالت شروع کر دی وہ چھوٹا شہر تھا اس لئے لاہور منتقل ہو گئے۔ اسی وقت خدا کے فضل و کرم سے لاہور کے نامور وکیلوں میں ان کا شمار ہے۔

رائے محمد نیاز صاحب چیچہ وطنی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت قبلہؒ کے ساتھ مجھے اور "بیلیوں" کے ہمراہ اجمیر شریف کے عرس کے موقع پر جب ہم سب نے وہاں حاضری دی تو لنگر کے تقسیم کا وقت تھا۔ حضرت قبلہؒ نے سب بیلیوں سے کہا کہ جاؤ بھئی لنگر مانگ کر لاؤ۔ چنانچہ ہم سب ہمراہی لنگر لے آئے۔ رائے صاحب مذکور کچھ زیادہ ہی حصہ لے آئے۔ دوسرے دن پھر اسی وقت حاضر ہوئے تو لنگر کا وقت ہو چکا

تھا۔ رائے صاحب نے عرض کیا۔ حضور آج تو خواجہؒ صاحب ایک ہی جگہ سارا لنگر عنایت کردیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا "ہاں سب صاحبان جاؤ۔ خواجہ صاحبؒ نے ایسا ہی فرما دیا ہے۔ چنانچہ رائے صاحب ہی لنگر خانے گئے اور وہاں جا کر دروازے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اندر سے ایک لانگری جو رائے صاحب کو پہلے سے بالکل نہیں جانتا تھا آیا اور آکر بولا "بھئی تم کل کتنے آدمی ہو۔ خواجہ صاحب نے آپ سب کے لئے لنگر کی اجازت عنایت فرما دی ہے۔ رائے صاحب چپ رہے کوئی جواب نہ پاکر وہ لانگری اندر گیا اور ڈھیر سارا لنگر لاکر رائے صاحب کے حوالے کر دیا۔ یہ لنگر لے کر ساتھیوں کے ساتھ قیام گاہ پر چلے آئے جب لنگر تقسیم کیا گیا تو سب کے حصہ میں مساوی آیا۔ رائے صاحب کا بیان ہے کہ جب تک ان کا قیام وہاں رہا وہ اسی طرح لنگر خانے کے دروازے کے باہر جا کر کھڑے ہو جاتے اور وہی لانگری صاحب ان کو حسب ضرورت لنگر لاکر دے دیتے۔

موضع کرمونوالہ (ضلع فیروز والا) میں حضرت قبلہؒ کی مجلس اقدس میں ایک شخص نے سوال کیا "توجہ شیخ کیا ہوتی ہے؟"۔ حضرت قبلہؒ نے پچاس گز دور ایک شخص کو جو کہ زمین پر بیٹھا تھا۔ اپنی توجہ اشرف سے اوپر اٹھا وہ پھر نیچے آ گیا۔ حضرت قبلہؒ نے پھر اپنی توجہ اشرف سے اوپر اٹھا لیا۔ تیسری مرتبہ وہ لوٹ پوٹ ہوتا ہوا دور جا پڑا۔ لوگوں نے اسے جا کر

پکڑا۔ دوسرے، تیسرے دن وہ سکر کی حالت سے ہوش میں آیا اور نماز عصر ادا کی۔

مندرجہ بالا واقعہ ماسٹر قاضی محمد عالم صاحب الوالیوبی انصاری اچھرہ لاہور نے تحریر کیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں دوسرے کمرے میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص اپنے سینے کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ میں نے پوچھا تم کیوں ہنستے ہو؟ پھر جواب دیا۔ حضرت صاحب بزرگ ہیں۔" پھر اس نے بتایا کہ وہ ایک ہندو دکان دار کا لڑکا ہے۔ سل اور دق کے مرض میں مبتلا تھا۔ تمام ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کر دیا مگر وہ حضرت قبلہؒ کا پس خوردہ کھانے ہی سے ٹھیک ہو گیا۔ مجھ سے اس نے درخواست کی کہ حضرت کا پس خوردہ انہیں لا دوں۔

ماسٹر خوشی محمد صاحب موضع کرمونوالہ شریف۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن کرمونوالہ شریف ضلع فیروزپور میں ایک بیلی نے عرض کیا کہ میں فیروزپور سے آیا ہوں اور سپرنٹنڈنٹ پولیس ملے تھے تو انہوں نے کہا تھا کہ میں نے اتوار کے دن حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا ہے۔ اتوار کے روز حضرت صاحب نے صبح ایک درویش سے فرمایا کہ اوڈنی اسٹیشن سے جاؤ کیونکہ پچھلا گاؤں اسٹیشن سے دو میل کے فاصلے پر تھا اور ریت کا سفر تھا۔ وقت کافی خرچ ہو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت نے فرمایا۔

جن بیلیوں نے جانا ہے وہ بات کریں کیونکہ گاڑی کا وقت قریب ہے اس دن بندے نے بھی واپس آنا تھا اور قلعہ گوجر سنگھ کے تحصیل دار صاحب نے بھی واپس آنا تھا۔ تحصیل دار صاحب حضرت صاحب کے پیر بھائی بھی تھے۔ انہیں واپس آنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور پوچھا تم کس طرح جاؤ گے اونٹنی تو اسٹیشن پر پہنچ چکی ہے۔ تحصیل دار صاحب نے کہا، کوئی بات نہیں ہم اسٹیشن پر پہنچ جائیں گے۔ چلتے وقت حضور نے فرمایا اچھا جاؤ اونٹنی راستے میں لے لینا۔ چنانچہ ہم دونوں اسٹیشن کی طرف چل پڑے۔ ان کے پاس ایک بیگ تھا وہ میں نے لے لیا۔ راستے میں بندے کو خیال آیا۔ حضور نے پہلے اونٹنی سپرنٹنڈنٹ صاحب کے لئے بھیجی تھی اور اب تحصیل دار صاحب سے بھی کہہ دیا ہے کہ اونٹنی راستے میں لے لینا، تھوڑی دور گئے تھے کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب مل گئے۔ وہ پیدل تھے اور اونٹنی ان کے ساتھ تھی۔ تحصیل دار صاحب نے کہا کہ جب اونٹنی ہے تو پھر آپ پیدل کیوں ہیں؟ کہنے لگے میں بھلا پیر صاحب کی اونٹنی پر کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ آپ چاہیں تو اونٹنی لے جائیں۔ تحصیل دار صاحب اونٹنی پر سوار ہو کر اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ مگر میں ابھی نصف راستے میں تھا اور دوسری فکر مجھے یہ تھی کہ تحصیل دار صاحب کا بیگ میرے پاس تھا۔ معلوم نہیں اس میں کتنی رقم تھی یا ضروری کاغذات تھے لہذا بندہ گاڑی کی طرف بھاگ رہا تھا۔ چھوٹا اسٹیشن تھا گاڑی صرف دو منٹ ٹھہرتی تھی۔ بندہ ابھی کافی دور تھا۔ اور خطرہ تھا کہ کہیں گاڑی

سے رہ نہ جاؤں مگر انجن تھا کہ چھک چھک کر کے وہیں ٹھہر جاتا تھا۔ تمام لوگ گاڑی میں سے سر نکالا۔ حضرت صاحب کے گاؤں کی طرف دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے وہ باباجی کا درویش آرہا ہے۔ جب تک وہ نہ پہنچے گا گاڑی نہیں چلے گی۔ جونہی بندہ گاڑی میں سوار ہوا، گاڑی چل پڑی اور میں نے بیگ تحصیل دار صاحب کے حوالے کیا۔ اسٹیشن پر مشہور تھا کہ گاڑی نہ چلے گی لوگ کہتے تھے کہ کوئی حضرت درویش آرہا ہوگا، آئے گا تو پھر گاڑی چلے گی۔

پچھلے گاؤں کا نام فیروز شاہ تھا۔ ایک دفعہ ایک بابو یہاں پر متعین ہوا جو کہ حضرت صاحب کے درویشوں سے نفرت کرتا تھا اور اکثر کہا کرتا تھا کہ یہ داڑھیوں والے مجھے بہت برے لگتے ہیں۔ یہ بات حضرت صاحبؒ تک بھی پہنچی۔ اسی روز رات کے وقت جب بابو سو رہا تھا۔ کسی نے اس کے کوارٹر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بابو نے پوچھا کون ہے۔ جواب آیا "ڈبی میں ہے آگ جلانی ہے۔ ہمارے پاس بہت سی بھیڑیں ہیں۔ بابو نے کہا کہ اس وقت بھیڑوں وغیرہ کا کوئی وقت ہے، جاؤ بھاگ جاؤ، اور سختی سے پیش آیا۔ انہوں نے اسے پکڑ کر باہر کھینچ لیا اور بہت مارا اتنا مارا کہ بے ہوش ہوگیا۔ صبح اس نے یہ واقعہ سب کو بتایا۔ لوگوں نے کوارٹر کے باہر پاؤں کے نشان دیکھے کوئی بالشت بھر کا تھا۔ کوئی ایک ہاتھ کا تھا اور کوئی گز بھر لمبا۔ سب لوگوں نے کہا یہ آدمی تو نہیں آسکتے

کوئی اور مخلوق ہوگی۔ بابو بہت خوف زدہ ہوا اور وہاں سے تبدیلی کروا لی۔ نیا بابو سمجھ دار آدمی تھا۔ جب اس نے واقعات سنے تو اس نے کہا کہ میں سب سے پہلے حضرت صاحب کے حاضری دوں گا۔ چنانچہ وہ حضرت صاحبؒ کے ہاں حاضر ہوا اور دربار شریف میں دو زانو مؤدب ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اندر سے آتے ہی فرمایا "بابو جی! وہ دفع ہو گیا اور آپ اس کی جگہ نئے آئے ہیں، بابو جی جاؤ جہاں تمہاری مرضی ہے سوؤ باہر یا اندر کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ چنانچہ وہ بڑے عرصہ اسی اسٹیشن پر رہا اور حضور کے درویشوں کی بھی عزت کرتا تھا۔

ایک دن بندہ حضورؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضورؒ ایک مولوی صاحب سے شاہنامہ اسلام سن رہے تھے کہ ایک آدمی مع دو بچوں کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے دونوں بچوں کو نیم کے پیڑ کے نیچے بٹھا دیا اور اپنی سونٹی بھی انہیں پکڑا دی اور خود حضرت صاحبؒ کی مجلس پاک میں بیٹھ گیا۔ بہت ہی غمگین نظر آ رہا تھا۔ حضرتؒ نے اس شخص سے اس کا نام دریافت کیا اور جگہ کا نام بھی پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اس نے بتایا کہ وہ لدھیانے سے آیا ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ کس طرح آئے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ حضور! یہ میرے دو بیٹے ہیں جو نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھے ہیں یہ دونوں گونگے ہیں۔" آپ نے کہا "یہ بات نہیں کرتے!" اس نے جواب دیا " نہیں، یہ بات نہیں کرتے۔ آپ نے پھر دریافت

فرمایا یہ "بولتے" بھی ہیں۔ اس نے جواب دیا "نہیں بولے نہیں ہیں" آپ نے کہا "ان سے کوئی بات کی جائے تو یہ سمجھ لیتے ہیں" اس نے کہا کہ نہیں سمجھتے، اشاروں سے سمجھایا جائے تو سمجھ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "پھر تو یہ بولے بھی ہوتے۔ پھر آپ نے کہا کچھ صرف گونگے ہوتے ہیں اور کچھ گونگے اور بولے (بہرے) وہ شخص یہ سن کر اور بھی گھبرا گیا۔ آپؒ نے کہا" گھبراؤ نہیں اللہ تعالےٰ صحیح فرمائیں گے۔ اس کے بعد آپ پھر شاہنامہ سننے لگے۔ کبھی اس شخص کو تسلی دیتے اور کبھی کبھی ان بچوں کی طرف نظر مبارک اٹھا کر دیکھ لیتے۔ وہ شخص پہلے سے بھی زیادہ پریشان نظر آرہا تھا شاید وہ سوچ رہا تھا کہ حضرتؒ نے شاید نہ دم کیا ہے اور نہ کوئی تعویز ہی دیا ہے۔ وہ گھبرایا ہوا تھا اور اتنے میں دونوں لڑکے اس سونٹی کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگے۔ ایک کہتا یہ میری ہے دوسرا کہتا میری ہے۔ پھر وہ کھڑے ہو کر لڑنے لگے اور اونچی اونچی اپنے باپ کو پکارنے لگے کہ ابا! یہ مجھے سونٹی نہیں دیتا دوسرا کہنے لگا ابا! یہ تم مجھے پکڑا گئے تھے، حضرتؒ نے ہنس کر کہا" واہ بابو جی! یونہی کہتے تھے کہ بولتے نہیں یہ تو بول رہے ہیں۔

غم کی گھٹائیں اس کے چہرے سے یوں ہٹ گئیں۔ جیسے بادلوں کی اوٹ سے مسکراتا ہوا چاند نمودار ہو جائے۔ خوشی خوشی دونوں بیٹوں کو لے کر وہ شخص رخصت ہوا۔

گاؤں کے جو لوگ کھلم کھلا مخالفت کیا کرتے تھے۔ حضور نے ان کو بھی فیض پہنچایا۔ میرا ایک چچا قطب نامی تھا جو کہ اسی قسم کا تھا دفعتہً سخت بیمار ہوا۔ اور اتنا بیمار ہوا کہ چارپائی سے اچھلنے لگا۔ اور ہاتھ پاؤں چارپائی پر مارنے لگا۔ میرے بابے کا لڑکا قمرالدین حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ کہ چچا ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور بہت تنگ ہے۔ حضور نے بڑے پیار سے اسے دوائی بتائی۔ پھر وہ واپس جانے لگا تو آپ فرمانے لگے کہ وہ بہت ہی غریب ہے شاید اس کے پاس دوائی کے پیسے نہ ہوں۔ یہاں مسجد سے صف کے تیلے توڑ لے جا اور ان کو جلا کر ان کی خاک اس کو پانی کے ساتھ دے دے، اللہ تندرست کر دے گا۔ اس نے اسی طرح کیا اور اس کو شفا ہو گئی۔

ایک سال مینہ نہ برسا اور زمین میں فصل بونے کے لئے نمی نہ تھی لوگوں نے فصل نہ بوئی۔ قمرالدین حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور اس سال بارش نہیں ہوئی، فصل نہیں بوئی جا سکی۔ اگلے سال کیا کریں گے۔ آپؒ نے فرمایا جا تو اسی حالت میں زمین میں بیج ڈال دے۔ چنانچہ اس نے خشک زمین میں ہی بیج بو دیا۔ تمام لوگ اسے مذاق کرنے لگے کہ اور لوگ تو اگلے سال تکلیف میں گزاریں گے ہی مگر قمرالدین نے جو دانے گھر میں پڑے ہوئے تھے وہ بھی زمین میں ڈال کر ضائع کر دیئے۔ چنانچہ دو ماہ اسی طرح گزر گئے، دانے نہ اُگے۔ ماہ مگھر کے اخیر میں ایک اچھی بارش ہوئی اور ماہ چیت میں فصل بالکل تیار ہو

گئی اور تمام لوگ اسے رشک سے دیکھنے لگے۔

پہلے گاؤں کرمانوالہ میں بندہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گھر میں حاضر تھا۔ حضورؒ نے فرمایا "اگر کسی بیلی نے گاڑی پر جانا ہے تو اسے لے آؤ تاکہ وہ بات کرے۔ بندہ باہر آیا تو کئی بیلی بیٹھے ہوتے تھے ان میں سے کئی آدمیوں کو بندہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں لے گیا اور صف پر بیٹھا دیا۔ حضور نے ان میں سے ایک سے اس کا نام پوچھا اور پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو اور کس کام سے آئے ہو۔ وہ آدمی پاک ماحول دیکھ کر کترانے لگا۔ حضور نے دوبارہ فرمایا، اصل بات کرو۔ مجبور ہو کر اس نے کہا کہ میں بیعت ہونے کو آیا ہوں۔ اس پر حضورؒ جوش میں آکر فرمانے لگے "بیعت توں ماں دا سر (؟) کرن آیا ایں، تو تو مجھے بہت مارنے آیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ سیانا آدمی اس کو باہر لے جائے اور اس سے پوچھے کہ کس کام سے آیا ہے۔ بندہ اس کو باہر لے گیا۔ پوچھنے پر اس نے پہلی بات دہرائی۔ بندے نے اس کو کہا کہ اولیاء اللہ کو سب علم ہوتا ہے اس واسطے تم یہاں جھوٹ نہ بولو۔ اللہ والوں کے دربار میں سچ بولنے والے فائدے میں رہتے ہیں اور جھوٹ بولنے پر مار بھی پڑ سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے بتایا کہ وہ اپنی چچازاد سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کے بعد اسے لے کر حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے پوچھا اس نے کیا بتایا ہے۔ میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر حضور نے اس سے دریافت کیا کہ تمہاری عمر کیا ہے؟ اس نے بتایا "پچاس سال" اور لڑکی

کی عمر کتنی ہے " اٹھارہ سال اور بیوہ ہو گئی ہے " حضور ناراض ہوئے اور فرمایا اس کو جوتیاں مارو اور نکال دو۔ بے ایمان کا بچہ"، وہ بے چاری کم عمر اور ناداں ہے۔ اتفاق سے شادی ہوتے ہی وہ بیوہ ہو گئی اور یہ اس پر کاٹھی ڈالے پھرتا ہے۔ جا کر کسی ہم عمر سے شادی کر لے۔ اس وقت مکان شریف کے ایک بزرگ جناب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو یہ دیکھ کر ہیبت طاری ہو گئی اور کافی عرصہ اسی حالت میں پڑے رہے۔

ایک دفعہ بندہ موجودہ گاؤں حضرت کرمانوالہ شریف میں حاضر خدمت ہونے کے لئے لاہور اسٹیشن پر پہنچا، وقت تو کافی تھا لیکن لوگ بھاگ کر گاڑی میں چڑھ رہے تھے۔ بندے نے ایک شخص سے پوچھا یہ گاڑی کہاں جا رہی ہے۔ اس نے بتایا اوکاڑہ جا رہی ہے چنانچہ میں بھی بھاگ کر اس میں سوار ہو گیا۔ گاڑی میں بھیڑ بہت تھی بندہ دروازے کے نزدیک ہی کھڑا تھا۔ جب گاڑی چل پڑی تو ایک شخص نے پیچھے سے پوچھا، کہاں جاؤ گے؟ میں نے بتایا تو وہ بولا، یہ تو ڈاک گاڑی ہے اس اسٹیشن پر نہیں رکے گی۔ اتنے میں گاڑی نے سپیڈ پکڑ لی تھی۔ مگر بندے نے سنتے ہی چھلانگ لگا دی۔ پاؤں کے بل گرا کوئی چوٹ تو نہ آئی مگر کافی دیر تک کوئی سکت نہ رہی تھی۔ تھوڑے قدم چل کر بالکل ٹھیک ہو گیا اور دوسرے پلیٹ فارم پر جا کر گاڑی میں سوار ہوا۔ جب حضرت کرمانوالہ اسٹیشن پر اتر کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا

توحضرت قبلہؒ اس وقت فرما رہے تھے۔ اگر اس طرح غلطی ہو جائے تو گاڑی سے چھلانگ نہیں لگانی چاہیے، بلکہ اگلے اسٹیشن پر جا کر اتر جانا چاہیے۔

میرے پاس ایک یتیم بھانجا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ اس کی ناک بہہ رہی تھی۔ مجھے کچھ کراہت سی ہوئی۔ چند دن بعد جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو تھوڑی دیر بعد ایک شخص مسواک کا بنڈل لایا اور حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے مسواکوں کا بنڈل کھول کر سٹول پر رکھ دیا۔ ان میں سے کچھ بالکل سیدھی اور کچھ ٹیڑھی میڑھی ہیں۔ میں نے اپنی باری پر بالکل سیدھی مسواک لے لی۔ حضورؒ نے فرمایا "ہر کوئی اچھی چیز ہی کو پسند کرتا ہے۔ یہ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے کہ یتیموں، غریبوں اور ناک بہنے والوں کو گلے سے لگاتے تھے ہم تو نال نہیں لگا سکتے"۔

حضورؒ کا اتنا فرمانا تھا کہ مجھے بہت شرم محسوس ہوئی اور اس کے بعد میں اپنے بھانجے کو بہت زیادہ پیار کرنے لگا۔

حضورؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مجددؒ صاحب کے عرس مبارک میں حاضری کے لئے گاڑی میں سوار ہوئے۔ جس ڈبے میں ہم سوار تھے اس میں جتنے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کے سب مجددؒ صاحب کے عشق میں مست و سرشار، کوئی بولتا ہی نہ تھا۔ اس ڈبے میں بڑے

بڑے افسر بھی موجود تھے، وہ بھی چپ اور مست بیٹھے تھے۔ حتیٰ کہ ٹکٹ چیکر آیا تو وہ بھی ٹکٹ چیک کرنے کی بجائے مست ہو کر بیٹھ گیا۔

ایک دن حضورؒ نے فرمایا کہ ہم دہلی سے واپسی پر بیلیوں کے ساتھ پانی پت دربار حاضر ہوئے۔ کیونکہ شام ہو گئی تھی اس لئے رات دربار شریف ہی میں بسر کی۔ جو کہ شہر سے باہر تھا۔ رات کو میں نے دیکھا کہ ایک مست رات کو میرے چاروں طرف پھرتا رہا۔ حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ ہم نے چلنے کی تیاری کی تو اسی مست نے مجھے سونے کی ایک ڈلی دی۔ میں نے کہا یہ کیوں تکلیف کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں دے رہا بلکہ صاحبِ مزار کا حکم ہے کہ میں پیر صاحبؒ کی خدمت میں یہ پیش کروں۔ چنانچہ میں نے وہ سونا لے لیا۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ ساری رات پہرے کی غرض سے وہ میرے گرد گھومتا رہا، کیونکہ ارد گرد تمام جنگل تھا۔ واپس پہنچ کر میں نے ایک بیلی سے کہا کہ اس ڈلی کا وزن کر کے لاؤ۔ جب تولی گئی تو اس کی قیمت اتنی ہی بنی جتنی کرائے پر خرچ ہوئی تھی۔ اولیائے کرام میں حضور کی یہ شان ہے۔

ایک دن حضورؒ خود ہی اپنی زبان مبارک سے فرمانے لگے کہ ایک دن پچھلے گاؤں میں بیلیوں سے چھپر بندھوا رہا تھا کہ مجھے شرقپور شریف کا خیال آیا اور فوراً اسی وقت اسی طرح کام چھوڑ کر بغیر گھر اطلاع

دیئے اور بغیر تیاری کے اسی وقت شرق پور شریف چل پڑا۔ رائے ونڈ سے سیدھا پیدل چلتا گیا اور موہنی وال پتن پر دریا عبور کرنے کے لئے پہنچ گیا۔ لیکن دیکھا کہ دریا میں پانی چڑھا ہوا تھا اور کوئی کشتی وغیرہ بھی نہیں تھی۔ میں دریا کے کنارے کھڑا ہو گیا اتنے میں ایک بگھیلا (خونخوار جنگلی جانور جو کہ شیر کے برابر ہوتا ہے) میری طرف آرہا ہے لیکن میرے پاس آکر چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ میں اسے کھڑا دیکھتا رہا اور وہ میری طرف۔ کشتی موجود نہ تھی۔ لہذا میں نے قدم دریا میں رکھا اور دریا پر چلنے لگا۔ پانی زیادہ سے زیادہ کمر تک آیا ہو گا۔ اور دریا عبور کر کے شرق پور شریف مسجد میں پہنچ گیا۔ مجھے ابھی تک علم نہیں تھا کہ میں اتنی جلدی اور اس طریقے سے کیوں آیا ہوں۔ مسجد میں دیگر بیٹھیوں کے علاوہ پیر نور حسین شاہ صاحب کیلیانوالے شریف بھی تشریف فرما تھے۔ تھوڑی دیر ہی بیٹھا تھا کہ میاں صاحبؒ نے میری طرف ایک آدمی بھجوایا کہ آپ مسجد سے قبرستان کی طرف تشریف لائیں میں بھی اسی طرف آرہا ہوں۔ قبرستان کی طرف چلنے لگا تو دیکھا کہ مائی صاحبہؒ کا جنازہ پاک ہو رہا ہے۔ میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ جنازہ پڑھائیں اسی واسطے آپ کو بلایا تھا۔

ایک دن حاجی نظام الدین صاحب جو اکثر حضرت قبلہؒ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ بڑی پریشان حالت میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر

ہونے کے لئے چلے آرہے تھے۔ ع

"نبض وے وجے گھر عشق دے دیداں خبر نہ کا"

دو تین دفعہ آپؒ نے فرمایا۔ اتنے میں حاجی صاحب نزدیک آ گئے تو حضورؒ نے پھر بھی ارشاد فرمایا۔ دکھاؤ حاجی جی ہاتھ۔ ہاتھ نبض پر رکھ کر پھر فرمایا ع

نبض وجے گھر عشق دے دیداں خبر نہ کا

نبض پر ہاتھ رکھتے ہی حاجی صاحب کا مرجھایا ہوا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور وہ بڑے خوش خوش حضورؒ کی محفل میں بیٹھ گئے۔ رات رہے صبح میرے سامنے ہی انہوں نے بھی اجازت لے لی۔ میں نے کہا کہ حاجی صاحب آپ تو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں دو دو ماہ رہا کرتے ہیں۔ آج رات رہ کر ہی اجازت حاصل کر لی۔ انہوں نے کہا کہ اب کی بار میں رہنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ میں تو اپنا سب کچھ ضائع کر بیٹھا تھا۔ حضرت کی مہربانی سے دوبارہ حاصل کیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ لیا ہے۔ پھر انہوں نے بتایا کہ گاؤں کی ایک لڑکی شوہر کی شکایت لے کر ان کے پاس آئی اور بہت روئی۔ میں نے اسے تسلی وغیرہ دی اور وہ چلی گئی لیکن اس کے چلے جانے کے بعد میری یہ حالت ہوئی کہ مجھے اس لڑکی کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ اس کی محبت اس طرح دل میں گھر کر گئی کہ مجھے نہ نماز یاد رہی نہ عبادت نہ صبح بلکہ میں حضرت صاحب کی طرف خیال کروں تو وہ بھی نہیں۔ چنانچہ حضورؒ کی خدمت میں پہنچتے ہی مجھے سب کچھ مل گیا۔

حضور کا فیضان آپ کے وصال کے بعد اسی طرح جاری و ساری ہے

مندرجہ بالا چند واقعات تو محض ہیروں کی کان میں سے چند ہیرے تھے۔ جنہیں دیکھ کر حضور کی سیرت کا ایک اجمالی خاکہ تیار ہو سکتا ہے۔ سیٹھ محمد شفیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ مرض بہت بڑھ گیا خون میں بھی شکر تھی اور پیشاب میں بھی۔ ایک روز مزار اقدس پر حاضر ہوا رو کر عرض کی "حضور وصال کے بعد اس خادم کو کیا آپ نے بھلا دیا ہے" اور بہت روئے۔ اس دن کے بعد انہیں شوگر کا مرض بھی بالکل ختم ہو گیا خون بھی ٹیسٹ، پیشاب بھی ٹسٹ کرایا۔ تمام معالجین حیران تھے سیٹھ صاحب بالکل تندرست۔

اسی طرح رائے نیاز صاحب کا ایک دوست فضل الرحمان جو کہ لائل پور کے زمین دار ہیں۔ وہ بھی ذیابیطس میں مبتلا تھے۔ مزارِ اقدس پر سیٹھ صاحب بھی اور رائے صاحب بھی حاضر تھے۔ رائے نیاز صاحب نے سیٹھ محمد شفیع صاحب سے دعا کے لئے کہا۔ تمام بیلیوں نے ہاتھ اٹھائے اور رائے نیاز صاحب کے دوست اسی گھڑی، اسی لمحے اپنے آپ کو تندرست محسوس کرنے لگا۔ بعد میں ٹیسٹ وغیرہ کروائے مگر مرض ختم ہو چکا ہے۔

مسندِ ارشاد

صاحبزادہ سیّد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین حضرت کیلیانوالہ رح تحریر فرماتے ہیں کہ تقریباً دو سال پہلے عاجز نے سیّد منیر حسین شاہ صاحب سے کہا کہ آپ حضرت کرمانوالہ رح شریف ایک عریضہ تحریر کر دیں۔ چنانچہ عاجز کے کہنے پر سیّد منیر حسین شاہ صاحب نے حضرت کرمانوالے رح عریضہ تحریر کر دیا۔ لیکن سرکار حضرت کرمانوالے رح نے کوئی جواب نہ دیا۔ عاجز نے پھر سیّد منیر حسین شاہ صاحب سے کہا کہ آپ ایک اور عریضہ تحریر کر دیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عریضہ حضرت کرمانوالے رح کو ملا ہی نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے دوسرا عریضہ تحریر کر دیا۔ مگر پھر بھی جواب نہ ملا۔ پھر تیسرا عریضہ لکھوایا اس کا بھی جواب نہ ملا۔ ان تینوں عریضوں کا جواب نہ پاکر جو میرے دل پر گزری وہ خدا بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ میں آباجی (حضرت کیلیانوالہ رح) کے بعد حضرت سرکار کرمانوالے رح کو ہی سب کچھ سمجھتا تھا۔ اور ظاہر و باطن آپ ہی کو اپنا سہارا سمجھتا تھا۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اب کیا کروں؟ کیونکہ میں ان دنوں سخت پریشان تھا۔ آپ کی جو نظرِ کرم عاجز پر تھی وہ عام لوگ نہ سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی سمجھ سکتے تھے۔ میں سخت نادم تھا اور جو دل پر گزر رہی تھی وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کسی کے سامنے بات بھی نہ کر سکتا تھا۔ یہ صورتِ حال سامنے آئی تو پریشانیوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ دن رات

سوچ میں گم رہتا کہ اب کدھر جاؤں ۔ کچھ دن اسی حال میں گزر گئے۔ ایک دن تو بہت ہی پریشان ہوا اور اسی پریشانی کی حالت میں سو گیا۔ ابھی سویا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں، مَیں کسی جگہ اکیلا بیٹھا ہوا ہوں اور سامنے سے حضرت سرکار کرمانوالےؒ تشریف لارہے ہیں۔ ان سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر میرے آقا و مولا اباجی (حضرت کیلیانوالےؒ) اور اباجی کے پیچھے میرے آقا و مولا حضرت میاں صاحب شرقپوریؒ اور ایک بہت ہی بڑے بزرگ جن کا مَیں نام نہیں لے سکتا، تشریف لارہے ہیں اور پھر مجھ پر جو نظرِ کرم فرمائی وہ کچھ مَیں ہی جانتا ہوں ۔ دل میں پریشانیوں کی بجائے سکون ہوگیا اور وہ پریشانی ہمیشہ کے لیے دور ہوگئی ۔

صبح عاجز نے یہ سارا قصہ سیّد منیر حسین شاہ صاحب کو سنایا۔ اور سیٹھ محمد شفیع صاحب (جو حضرت کرمانوالےؒ کے خاص مقبولِ نظر تھے اور اب بھی اسی طرح مقبولِ نظر ہیں) کو بھی سنایا۔ سیٹھ صاحب نے یہ تمام واقعہ حضرت قبلہؒ سے عرض کیا۔ اور پوچھا "وہ چوتھے بزرگ کون تھے ؟" آپ نے فرمایا۔ "سیٹھا ایسی باتیں نہیں پوچھنی چاہییں"۔ کچھ دنوں کے بعد سیٹھ صاحب نے پھر عرض کیا "حضور! وہ چوتھے بزرگ کون تھے ؟" پھر آپؒ نے بتا دیا۔ (وہ حضور رسالت

مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے) ۔

برادرم سیٹھ محمد شفیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ حضرت قبلہؒ کے ساتھ حضرت کیلیانوالےؒ کے عرس میں شامل ہوئے ۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت قبلہؒ نے ان سے ارشاد فرمایا " سیٹھا! تمہیں اولیاء بنا دیں ؟" سیٹھ صاحب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا " حضور! مجھے ولایت نہیں چاہیئے ، مجھے اپنا اور اپنی اولاد کا خدمت گار ہی رہنے دیں " حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا " اولیاء اللہ بھی مخلوق کی خدمت ہی کرتے ہیں "۔ کئی بار راقم الحروف سے ارشاد فرمایا کہ " سیٹھ بہت ہی مخلص آدمی ہے " چنانچہ احباب جانتے ہیں کہ قیام پاکستان سے قبل بھی حضرت قبلہؒ لاہور میں انہی کے ہاں قیام فرماتے تھے ۔

برادرم سیٹھ محمد شفیع صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ محمد انور صاحب بیرسٹر ایڈووکیٹ آج سے چند سال پہلے مشرقی پاکستان میں محکمہ ریلوے میں ڈی ۔ ٹی ۔ ایس کے عہدے پر ملازم تھے ۔ [redacted] میں چند دیگر افسروں کے ساتھ انہیں بھی ملازمت سے برطرف کر دیا گیا ۔ وہ لاہور آئے اور سیٹھ صاحب کے ہمراہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہؒ نے خیر صلاح دریافت کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ [redacted] کم دیا ہے۔ چونکہ وہ حضرت قبلہؒ کے خادم ہیں اس لیے لوگ انہیں یہ طعنہ دیتے ہیں کہ اتنے بڑے پیر کا خادم ہو کر بھی ملازمت سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے عرض کیا کہ وہ پھر وہاں پر بطور ڈی۔ ٹی۔ ایس ہی تقرری چاہتے ہیں۔ حضرت قبلہؒ نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا "بابو جی! گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالٰے آپ کو اس سے بھی بڑا افسر بنا دے گا"۔

بٹر صاحب نے عرض کیا کہ وہ تو چھوٹا گا ننگ ہی ہیں ڈی۔ ٹی۔ ایس ہونا چاہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا "بابو جی اللہ تعالٰے آپ کو اس سے بھی بڑا افسر بنا دے گا"۔

جب انہوں نے پھر اصرار کیا تو فرمایا "بابو جی! یہ میں نہیں کوئی اور کہہ رہا ہے"۔ یہ سُن کر بٹر صاحب خاموش ہو گئے۔

اُنہی دنوں میسرز مولا بخش، قادر بخش جہاز ران کمپنی کراچی میں وہ بطور مینجر ملازم ہو گئے۔ وہاں انہوں نے دو تین سال کام کیا اور اس عرصے میں انہوں نے وکالت کا امتحان بھی پاس کر لیا اور پھر شیخوپورہ میں آکر پریکٹس شروع کر دی۔ چونکہ وہ چھوٹی جگہ تھی

اس لیے جلد ہی لاہور چلے آئے اور اب ماشاءاللہ ان کی وکالت کا کاروبار خوب چمک رہا ہے۔

برادرم رائے محمد نیاز صاحب چیچہ وطنی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ کے ساتھ مجھے اور "بیلیوں" کے ہمراہ اجمیر شریف کے عرس کے موقع پر سفر میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جیسے ہی ہم سب روضہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے احاطے میں داخل ہوئے تو ایک شخص وہاں کھڑا چیلا چیلا کر کہہ رہا تھا "او خواجہ! میری بواسیر ہٹا دے"

حضرت قبلہؒ اس شخص کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا "ہاں ذرا اور زور سے کہو کیونکہ آج عرس کا موقعہ ہے اور حضرت خواجہ صاحب کی شادی ہے اور براتی بہت آئے ہوئے ہیں" چنانچہ اس آدمی نے پھر زور سے یہی کلمات دو مرتبہ دہرائے۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا "ایک مرتبہ اور کہو"۔ "خواجہ صاحبؒ نے تمہاری آواز سن لی ہے۔ اب تمہاری بواسیر چلی گئی" اس شخص نے پھر ایک مرتبہ اونچی آواز سے کہا "او خواجہ! میری بواسیر دور کر دے" جب وہ کہہ چکا تو حضرت قبلہؒ

نے فرمایا "بس اب تو بھاگ جا۔ تیری بواسیر گئی۔" اور وہ شخص وہاں سے چلا آیا۔

یہی رائے صاحب بیان کرتے ہیں کہ اسی عرس کے موقع پر جب ہم سب نے وہاں حاضری دی تو لنگر کے تقسیم کا وقت تھا۔ حضرت قبلہؒ نے سب "بیلیوں" سے کہا کہ جاؤ بھئی! لنگر مانگ کر لاؤ۔" چنانچہ سب ہمراہی لنگر لے آئے۔ رائے صاحب مذکور کچھ زیادہ ہی حصہ لائے اور حضرت قبلہؒ کے روبرو پیش کر دیا۔ دوسرے دن پھر اسی وقت حاضر ہوئے تو لنگر کا وقت ہو چکا تھا۔ رائے صاحب نے عرض کیا کہ "حضور! آج تو خواجہ صاحبؒ ایک ہی جگہ سارا لنگر عنایت کر دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔"

حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا "ہاں سب صاحبان جاؤ، خواجہ صاحبؒ نے ایسا ہی فرما دیا ہے۔" چنانچہ صرف رائے صاحب ہی لنگر خانے میں گئے اور وہاں جا کر دروازے کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ اندر سے ایک لانگری (جو پہلے سے رائے صاحب کو بالکل نہیں جانتا تھا) نکلا۔ اور اُن کے پاس آ کر بولا۔ "بھئی! تم کل کتنے آدمی ہو؟" خواجہ صاحب نے آپ سب کے لیے لنگر

کی اجازت دے دی ہے۔" رائے صاحب چُپ رہے، کوئی
جواب نہ پاکر وہ صاحب اندر گئے اور ڈھیر سارا لنگر لاکر
رائے صاحب کے حوالے کیا۔ یہ لنگر لے کر ساتھیوں کے ساتھ
اپنی قیام گاہ پر چلے آئے اور جب لنگر تقسیم کیا گیا تو سب کے
حصے میں برابر آیا۔

رائے صاحب کا بیان ہے کہ جب تک ان کا قیام وہاں
رہا وہ اسی طرح لنگر خانے کے دروازے کے باہر
جا کر کھڑے ہو جاتے اور وہی لانگری صاحب ان کو حسبِ
ضرورت لنگر لاکر دے دیتے۔
